مؤلفہ

محمد سراج الدین طالب

سلطنت آصفیہ کے مشہور تاجدار

نظام علی خان

نظام الملک آصف جاہ ثانی

کے

سوانح زندگی کا پہلا حصہ

مؤلف

محمد سراج الدین طالب

۱۳۵۰ھ
۱۹۳۲ء

سراج الدین طالب مولف "نظام علیخان"

'handrakanth Press, Hyd-Dn

فہرست مضامین

(نقشۂ حیدرآباد دکن)

فہرست تصاویر

تعریف کتاب

ریاستِ آصفیہ میں سب سے زیادہ آصف جاہ اور اُن کے بعد نظام علیخاں کا عہد آتا ہے
مغفرت مآب کا زمانہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا ہے کہ انھیں کے عہد میں ریاست نے خود مختارانہ صورت
اختیار کی اور نظام علیخاں کے عہد کے اہم ہونے کے کئی اسباب ہیں جن میں سے اہم ترین یہ ہے کہ آصف جاہ
کے انتقال کے بعد حکومت کے کھوئے ہوے اثرات ان کے عہد میں پھر قایم ہوے اور اپنی خود مختاری
غفراں مآب نے از سرِ نو قایم کی۔ ان کا ابتدائی عہد اہم اور پیچیدہ واقعاتِ تاریخی سے مملو ہے۔ مولوی
میر محمود علی صاحب مؤلف آصف جاہ ثانی اپنی تالیف میں اگر ان امور پر روشنی ڈالتے جو درحقیقت غفراں مآب
(آصف جاہ ثانی) کے عہد میں تحقیق طلب تھے تو مسئلہ حل ہو جاتا اور مجھے اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت
باقی نہیں رہتی۔ عہد نظام علیخاں میں تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان کے تختِ سلطنت پر متمکن ہونے کے
اسباب کیا ہوے؟ میری یہ مختصر سی تالیف تقریباً اسی کے اظہار کے لئے مرتب ہوی ہے غفراں مآب
جب صاحب تخت و تاج ہو چکے تو ان کے طرزِ عمل میں اتنا بیّن فرق آگیا کہ عمل سابقہ اور مابعد میں کوئی
مناسبت قرار نہیں دیجا سکتی۔ اس تباین سے ان کی حیات کے قدرتی طور پر دو حصے ہو گئے ہیں ایک
حصولِ سلطنت تک دوسرا حصولِ سلطنت کے بعد۔ اسی بنا پر میں نے سوانح کے دو حصے قرار دئے
یہ اس کا پہلا حصہ ہے جو قارئین کے ملاحظہ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مولف

۱۵۔ شوال ۱۳۵۰ھ ہجری
پرانی حویلی۔ حیدرآباد دکن

خصوصیات کتاب

۱۔ اس کتاب میں میں نے غیر شائع شدہ اسناد سے کوئی کام نہیں لیا ہے حالانکہ مجھے اپنے محسن و مربی جناب ناظم صاحب دفتر دیوانی و مال کی کرم فرمائی و خوش اخلاقی سے اُن کے حصول میں ہر طرح سہولت تھی۔ اس سے میری غرض صرف یہ ہے کہ میری اپنی ایسی تلاش ملاحظہ قارئین میں پیش کروں جو محض کتب (قلمی و مطبوعہ) پر مبنی ہو۔

۲۔ اس کتاب کی تدوین میں بعض متداول تاریخی کتابوں کے علاوہ ایسی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جو عام طور پر دستیاب نہیں ہوتیں۔ ایسی کتابیں جن جن کتب خانوں میں میرے مطالعہ سے گذری ہیں۔ فہرست ذیل سے ظاہر ہوگا۔

۱۔ کتب خانۂ آصفیہ

سوانح دکن۔ داستان نظام علیخاں۔
تاریخ گوہر شاہوار۔ خزانۂ رسول خانی۔

۲۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

مآثر آصفی۔ تاریخ نظامی۔

۳۔ کتب خانۂ دفتر دیوانی و مال وغیرہ

توزک آصفیہ قلمی۔ واقعات جدا شدن اہل فرنگ از خدمت سید محمد خان ظفر جنگ
مآثر نظامی۔
توزک الاجاہی۔ انور نامہ۔
خطوط کرناٹک۔

۳۔ اس کتاب میں صلابت جنگ اور اُن کے دربار کی تصویر پیش کی گئی ہے اُمید ہے کہ کمیاب ہونے کے اعتبار سے عوام کی خاص دلچسپی کا موجب ہوگی۔

۴۔ اس کتاب کے سرنامہ کو اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کی تصویر مبارک سے زینت دیگئی ہے کہ حضور پرنور نظام علیخاں کی اولاد سے ساتویں سلسلے میں ہیں اور آپ ہی کے زربار و زرپاش عہد میں یہ تالیف مرتب و شائع ہوی ہے۔

مؤلف

کتابیات

فارسی

انور نامہ	قلمی
بھاؤ نامہ	״
تاریخ ظفرہ	مطبوعہ
تاریخ نظامی	قلمی
توزک آصفیہ	״
توزک آصفیہ	مطبوعہ
توزک والاجاہی	قلمی
حدیقۃ العالم	مطبوعہ
داستان نظام علی خان	قلمی
سیر المتاخرین	مطبوعہ
خزانہ عامرہ	مطبوعہ
نگارستان آصفی	مطبوعہ
گلزار آصفیہ	مطبوعہ
مآثر الامرا	مطبوعہ
مآثر الکرام	مطبوعہ
مآثر آصفی	قلمی
مآثر نظامی	״
واقعات جدا شدن اہل فرنگ از خدمت سید محمد خان ظفر جنگ	قلمی
یادگار لچھمن لال	مطبوعہ

اردو

آصف جاہ ثانی	مطبوعہ
تاریخ رشید الدین خانی	مطبوعہ
تاریخ خورشید جاہی	مطبوعہ
جریدۂ غیر معمولی جلد ۵۵	مطبوعہ
دربار آصف	مطبوعہ
عہد نامہ جات جلد پنجم	مطبوعہ

انگریزی

ایچی سنس ٹرے ٹیز — جان - سی یو ایچی سن

دی نظام — ایچ - جی - برگس

ڈائری آف انند رنگا پلے

ہسٹری آف دی مدراس ارمی — ڈبلیو جے ولسن

ہسٹری آف دی مرہٹاس — گرانٹ ڈف
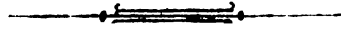
ہسٹری آف انڈیا — جیمس مل

ہسٹری آف ملٹری ٹرانزیکشنس

آف دی برٹش نے شن ان اندوستان — آرارم

ہسٹری آف برٹش انڈیا — ہیومرے

ہسٹری آف فرینچ انڈیا — جی بی میالیسن

اعلیٰ حضرت قوی شوکت رستم دوراں ارسطوئے زماں
لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹڈ ہائینس سلطان العلوم
نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک آصف جاہ سابع
جی - سی - ایس - آئی - جی - سی - بی - ای

By Courtesy Pictorial Hyderabad

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام علی خاں

کے

اب وجد

سمرقند کے اکابر و عظماء سے عالم شیخ نامی ایک بزرگ، قمرالدین خان آصف جاہ اول
کے مورث اعلیٰ تھے جن کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو پہنچتا ہے نظام علیخاں
انھیں آصف جاہ کے چوتھے فرزند ہیں آصف جاہ اول کے دادا عابد خاں (مخاطب بہ قلیچ خاں)
عہد شاہ جہاں میں ہندوستان آئے اور مناسب خدمات بجالا کر قلعۂ گولکنڈہ کے محاصرہ میں
(بعہد عالمگیر سنہ ۱۰۹۸ھ م سنہ ۱۶۸۷ء) زنبورک کے گولے سے شہید ہوئے ان کے فرزند شہاب الدین
(مخاطب بہ غازی الدین خان فیروز جنگ) سے شاہ جہاں کے مشہور وزیر علاّمہ سعد اللہ خان کی
دختر منسوب تھیں جن سے آصف جاہ اول تولد ہوئے نظام علی خاں کے والد میر قمرالدین خان نے
ہی سب سے پہلے آصف جاہ کا خطاب پایا۔ اُن کے بعد یہ خطاب اُن کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا

چنانچہ اب ریاست دکن پر جو بادشاہ قدر قدرت سکندر شوکت اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر (زادَ اللہ عمرہٗ وخلّد اللہ سلطنتہٗ وادام اللہ ودولتہٗ) حکمران ہیں آصف جاہ سابع ہیں۔

آصف جاہ اول کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ ان کے صاحبزادے کے احوال میں ضمنی طور پر بیان کر دیجائے بلکہ اس موضوع پر ایک علیحدہ کتاب کی تدوین کی ضرورت ہے جن کے حسن خدمات سے سلطنت مغلیہ کی عمر میں خاصہ اضافہ ہوگیا ورنہ وہ کبھی کے مٹ گئی ہوتی انھوں نے مختلف علاقوں پر خدمات صوبہ داری بجالائے۔ حملہ نادرشاہ کے دوران میں سلطنت کی طرف سے سینہ سپر ہوے اور صلح انہیں کی تحریک و مشورے پر ہوئی۔ وقتاً فوقتاً مرہٹوں کی سرکوبی بھی انہیں کے ہاتھوں ہوتی رہی آخر کارہائے نمایاں کے صلہ میں وزارت کی خدمت سے تک سرفراز ہوئے اور جب نظر دوربین سے دیکھا کہ سلطنت کی حالت زوال پذیر ہے تو مجبوراً اپنی ایک علیحدہ حکومت قایم کی، لیکن اس کے بعد بھی اپنی ریاست اور اُس کے تعلقات کو مرکزی حکومت مغلیہ سے منقطع نہیں کیا جو ان کی عین فراست اور دوراندیشی تھی اسی خودمختاری کے اعلان کی تقریب میں ہمارے اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے اپنی ریاست ابد مدت میں اس تاریخ تعطیل منانے کا فرمان بتاریخ ۱۷ رجمادی الثانی ۱۳۴۲ھ م ۲۶ رجنوری ۱۹۲۴ء نافذ فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"چونکہ ماہ[۱] رجب المرجب کی ۲۹ تاریخ یوم پنجشنبہ خلوت میں ایک تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں (یعنی اعلان آصف جاہ اولی مرحوم و مغفور بابتہ دوصد سالہ حکومت

---

[۱] جریدۂ غیرمعمولی جلد ۵۰ منبر ۰ مورخہ ۱۹ رجمادی الثانی ۱۳۴۲ھ ہجری۔

خود مختاری در سلطنت دکن) معلائی دربار ہونے والا ہے اور غرہ شعبان یوم شنبہ کو اسی سلسلہ میں دو صد اشخاص کا انگریزی ڈِنر باغ عامہ میں منعقد ہونے والا ہے لہذا ایک دن کی عام تعطیل یوم پنجشنبہ ۲۹ رجب المرجب تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں قرار دیجائے اور نہ صرف اس سال تعطیل ہوگی بلکہ ہر سال اسی تاریخ میں تعطیل ہوا کرے گی ....''

آصف جاہ کی اولاد | آصف جاہ اول کے چھ صاحبزادے[1] اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ ان کی رحلت کے بعد قایم مقامی میں جو کچھ جھگڑے ہوے ہیں اُن پر اس وقت تک عبور حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُن کے ناموں سے واقفیت نہو۔ اسی بنا پر علی التسلسل اُن کے نام اور خطاب یہاں بتائے جاتے ہیں

(۱) میر محمد پناہ ۔ جو اپنے دادا کے خطاب آصف الدولہ غازی الدین خان فیروز جنگ سے مخاطب و ممتاز تھے ۔

(۲) نظام الدولہ میر احمد خان ناصر جنگ (شہید)۔

(۳) امیر الممالک آصف الدولہ سید محمد خاں صلابت جنگ وظفر جنگ سپہ سالار۔

(۴) آصف جاہ ثانی نظام الملک نظام الدولہ میر نظام علی خاں اسد جنگ ۔

(۵) شجاع الملک شجاع الدولہ میر محمد شریف خاں بسالت جنگ ۔

(۶) ناصر الملک معتضد الدولہ میر مغل علی خاں ہمایوں جنگ ۔

(۷) خیر النساء بیگم ۔ یہ متوسل خان سے منسوب تھیں اور ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ انھیں کے فرزند تھے جنھوں نے آصف جاہ کے بعد ناصر جنگ کی قیادت کو تسلیم نہیں کیا۔

[1] دربار آصف گلزار سوم صفحہ ۳۷ و ۳۸ و خورشید جاہی صفحہ ۲۷۔

(۸) پادشاہ بیگم منسوب بہ خواجہ بابا خان۔

(۹) مکرمہ[1] بانو بیگم معروف بہ کالی بیگم منسوب بہ میر کلاں خاں۔

(۱۰) خجستہ بانو بیگم معروف بہ خان بہادر صاحبہ۔

(۱۱) محسنہ[2] بیگم۔

(۱۲) مہ بانو بیگم منسوب بہ اخلاص خاں، سعداللہ خانی۔

---
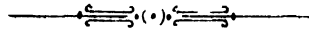
[1] ان کے صاحبزادے ممتازالامرا سے بسالت جنگ کی دختر بختاور بیگم منسوب تھیں قیام اتحاد و استیصال کمپنی انگریزی کی نسبت انھوں نے ٹیپو سلطان سے مراسلت کی تھی جس کا علم انگریزوں کو میسور فتح ہونے پر ہوا۔ اس مراسلت کو اس زمانے کے انگریزی رزیڈنٹ نے غفران آب کے پاس پیش کر کے استفسار کیا کہ آیا یہ آپ ہی کے ایما سے لکھا گیا تھا؟ حضرت نے اس سے انکار کیا اور اس کے بعد مصلحتہً ممتازالامرا کو بلدہ سے کلیانی روانہ کر دیا جہاں وہ آخر عمر تک رہے اور مرنے کے بعد ان کے محل کی فرمایش پر ان کا جنازہ بلدہ حیدرآباد لایا گیا اور یہیں دفن ہوئے۔ ان کے فرزند امتیازالدولہ کی شادی نظام علیخاں کی صاحبزادی کمال النسا بیگم سے ہوئی۔ کلیانی جاگیر انہیں کی اولاد پر بحال ہے ترتیب کتاب ہذا کے دوران میں اس خاندان کے باقیات الصالحات میں معین الدین حسین خاں اور جمال الدین حسین خاں موجود ہیں اور جاگیر ان کی کم سنی کی وجہ سے زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس ہے مؤلف کو نواب جمال الدین حسین خاں صاحب سے نیاز حاصل ہے آپ عالیجناب نواب تلاوت جنگ بہادر نبیرۂ صمصام الملک سابق صدرالمہام مال کی دختر نیک اختر منسوب ہیں۔

[2] مغفرت مآب کی صاحبزادیوں کے ذکر میں صاحب گلستان آصفی خیرالنسا بیگم کے عوض محسنہ بیگم کا نام لیتا ہے اور مظفر جنگ کو انھیں کا فرزند بتاتا ہے، اور مہ بانو بیگم اور خجستہ بانو بیگم کو خواجہ بابا خان شوہر پادشاہ بیگم کی لڑکیوں میں شمار کرتا ہے ممکن ہے کہ مہ بانو بیگم اور خجستہ بانو بیگم کی نسبت اس کی تحقیق صحیح ہو۔ ہم کو مصنف "دربار آصف" کی تائید کسی اور تاریخ سے نہیں ہوتی اور صاحب گلزار آصفی اس زمانے سے قریب کا مورخ ہے لیکن ہم اس مسئلہ کو کسی طرح قابل تبدیل نہیں سمجھتے کہ مظفر جنگ خیرالنسا بیگم کے صاحبزادے تھے صاحب تاریخ خورشید جاہی نے بھی ان کی اولاد کا ذکر تفصیل سے کیا ہے وہ بھی ان کو خیرالنسا بیگم ہی کا فرزند بتاتا ہے اور آصف جاہ اول کی لڑکیوں میں صرف ان تین کا ذکر کرتا ہے (۱) خان بہادر صاحبہ خجستہ بانو بیگم (۲) مکرمہ بانو بیگم (۳) خیرالنسا بیگم۔

ولادت و تعلیم

غرۂ شوال سنہ ۱۱۴۶ھ م ۷ مارچ ۱۷۳۴ء عید الفطر کی شب میں آصف جاہ اول کے محل عمدہ بیگم کے بطن سے ایک بلند بخت لڑکا عالم وجود میں آیا۔ صبح کو پیری کے ایک پیرزادے سید حسین (جن کی عمر ایک سو سال تھی) مغفرت مآب سے ملاقات عید کے لئے آئے تو آصف جاہ نے اُن سے فرمایا کہ

"آپ کے قدوم کی برکت سے آج ایک بندہ زادہ تولد ہوا ہے آپ بزرگ ہیں قرآن مجید سے فال لے کر اپنی زبان مُبارک سے اس کا نام رکھیں۔"

مُصحف میں حرف عین نکلا جس پر سے پیرزادہ صاحب نے نام علی تجویز کیا اور اِس کے قبل تبرکاً لفظ محمد اضافہ کر کے "محمد علی" نام رکھا۔ اس پر مغفرت مآب نے اظہار پسندیدگی کر کے یہ فرمایا کہ اس نام کے بے شمار لوگ ہیں اس لئے اگر اس کے ساتھ ہمارے نام یا خطاب کا بھی کوئی جزو اضافہ کر دیا جائے تو مناسب ہوگا اور فرمایا "نظام علی" اچھا نام ہے اس کے بعد اسی تہنیت و خوشی میں پیرزادہ صاحب کو نقد و یومیہ جاری فرمایا۔ کسی مورخ نے ولادت کی تاریخ "سعید بخت" ۱۱۴۶ھ پائی اور حضرت سید سلیمان صاحب نے "حفیظ الدین احمد" ۱۱۴۶ھ نام میں تاریخ ولادت نکالی اور اسی تاریخی نام کو لکھ کر آصف جاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ صاحب تاریخ نظامی نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کے مادہ سے بادی النظر میں سن پیدائش ۱۱۴۷ھ ظاہر ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت شاعر نے مادۂ تاریخ سے ایک عدد کا تخرجہ کیا ہے اور چونکہ ایک مبارک امر کی تاریخ میں تخرجہ کا عمل مستحسن نہیں تصور کیا جاتا اس لئے اس کو صاف طور پر ظاہر نہیں کیا۔ کاتب نے اعداد مادہ کے

اعتبار سے سن کے اعداد لفظوں میں لکھدئیے اور اسی کی نقل حدیقۃ العالم میں بھی کرلی گئی۔

قطعۂ مذکور کے آخر کے اشعار یہ ہیں ؎

مورخ آں سخندان نکو فال — چو شد در بحر فکر ضبط ایں سال

بروں آورد از دریائے فکرت — درخشاں گوہرے با قدر و قیمت

رقم زد سال ایں تاریخ بہجت — طلوع آفتاب از صبح دولت

۱۳۴۷ - ۱ = ۱۳۴۶

دوسرے شعر میں دریائے فکر سے گوہر نکالنے کا جو ذکر ہے اس میں اس تخرجہ کی طرف ایہام ہے

حسب رسم معہودہ بسم اللہ خوانی کے بعد تعلیم آغاز ہوئی اور اپنے والد کے انتقال تک یہ باقاعدہ تعلیم پاتے رہے۔ آصف جاہ اول اگرچہ اپنے اخیر عہد میں مہمات ملکی اور خلفشار ریاست میں مصروف تھے تاہم وہ اپنی اولاد کی تعلیم سے غافل نہیں رہتے تھے جب کبھی موقع ملتا اپنے مصاحبین یا امرا میں سے کسی نہ کسی کو اپنے صاحبزادوں کی تعلیمی حالت کی دریافت کے لئے حکم فرماتے تھے۔ نظام علی خاں کی تعلیم بھی بالکل ایسی ہی ہوئی ہے جیسی دوسرے صاحبزادوں کی لیکن کم سنی کی وجہ سے ان کو اتنا علمی تبحر نہ ہو سکا۔ جتنا کہ ناصر جنگ کو تھا۔ جس طرح ہر ایک صاحبزادے کی ہر ایک علم یا فن کی تعلیم کے لئے ایک اُستاد علیحدہ مقرر ہوتے تھے اسی طرح اُن کے لئے بھی مقرر تھے چنانچہ اُن کی عربی، فارسی کی تعلیم کے لئے مولوی شیخ محمد جمیل مامور تھے زبان ترکی کی تعلیم کے لئے جو اس زمانہ میں امراء و اعیان سلطنت اور ثقاۃ ملک کے لئے از لازمات سے تھی۔ خوشحال بیگ ولد خدا تردی بیگ بدخشانی مقرر تھے اس کے علاوہ ان کو خطاطی کی

ا۔ تاریخ نظامی صفحہ ۴۲

مشق بھی کرائی گئی تھی، چنانچہ شیخ محمد جعفر سے انھوں نے خط ثلث کی مشق کی تھی۔ بعض اسناد و کاغذات میں نظام علی خاں کی قلمی تحریرات جو ہمارے دیکھنے میں آئی ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو نستعلیق اور شفیعہ لکھنے میں بھی مہارت تھی۔

جس زمانہ میں آصف جاہِ اول کا انتقال ہوا ہے یہ ابھی فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے اور اس کے بعد خانہ جنگیوں میں اتنا موقع نہیں مل سکا کہ ان کی تعلیم مکمل ہو جاتی۔

عالم طفلی میں نظام علی خاں کی جنگ آزمائی

اُس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ بچّوں کو علمی ادبی تعلیم سے زیادہ فنون حرب کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ نظام علی خاں نے بھی یہ تعلیم پائی اور ابتدائی تعلیم ہی کے زمانہ میں ان کو ایک جنگ میں عملی طور پر شریک ہونے کا موقع بھی ملا چنانچہ ۱۱۵۳ھ م ۱۷۴۰ء میں آصف جاہ نادر شاہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے۔ جو اُن دنوں علاقہ بھوپال میں در آئے تھے وہ دارالسلطنت سے نکل رہے تھے کہ مخبرین نے یہ اطلاع دی کہ اُن کے عزیز صاحبزادے ناصر جنگ (جن کو مغفرت مآب نے اپنے غیاب میں دکن میں اپنا نائب مقرر کیا تھا) بعض ناعاقبت اندیشوں کے اغوا پر ان سے منحرف ہو گئے ہیں اور اپنے مویدین کو بہت ساری جاگیرات اور بے دریغ انعامات دے دلا کر ملک و مال لٹا رہے ہیں اب ناصر جنگ کو تنبیہ کرنا بھی ضرور ہوا۔ اس پیش پا افتادہ مہم سے جلد فارغ ہونے کے لئے انھوں نے اپنی فوج کے دو حصے کئے ایک دستہ کو تو اپنے تحت رکھا اور ایک علیحدہ راستے سے مرہٹوں کی جانب روانہ ہوئے اور دوسرے دستے کو اپنے فرزند نظام علیخاں کے تحت کیا۔ جن کی عمر اس وقت تقریباً سات سال تھی۔ اُن کی اتالیقی میں

نجیب الدولہ[1] شیخ علی خاں کو مامور کیا اور حکم دیا کہ وہ ایک علیحدہ راستے سے بھوپال میں مرہٹوں کے مقابل ہوں مرہٹہ سرداروں کو دو طرف سے فوجوں کی آمد کی اطلاع ملی تو خوف زدہ ہو گئے اور راہِ فرار اختیار کی ان کے تعاقب میں ان کی فوجیں مالوہ تک پہنچیں۔ یہاں سے مرہٹے جب کوسوں دور نکل گئے تو انھوں نے مزید تعاقب کو موقوف کیا اور فوج کے دونوں حصوں کو اکٹھا کر کے برہانپور کی سمت روانہ ہوے یہ مہم اگرچہ نظام علی خاں کے نام پر سر ہوئی اور اس میں وہ خود شریک بھی رہے لیکن سوائے اس کے کہ جنگ کے لئے جانے اور غنیم کے تعاقب کی تماشہ بینی ہوا اور کوئی عملی تجربہ اُن کو نہیں ہوا اس موقع پر اگر جنگ ہو بھی جاتی تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ چھ سات سال کی عمر کا بچہ کیا کر سکتا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ فنون سپہ گری کی تعلیم ان کو شیخ علی خاں نے دی اور اسی مناسبت سے وہ اس موقع پر ان کے اتالیق رہے آصف جاہ کے انتقال کے بعد ان کی قایم مقامی کی جنگ میں نظام علی خاں نے جو کچھ حصہ لیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک اُن کو فنون سپہ گری میں کافی دخل و مہارت پیدا ہو گئی تھی۔

---

[1] یہ شیخ علی خان کلاں کے بیٹے اور سید الطائفہ شیخ جنیدؒ بغدادی کی اولاد سے ہیں ان کے دادا شیخ محمد جنید ریاست بیجاپور کے ملازم تھے جب عالمگیر نے اس کو فتح کر لیا تو وہ انکی ملازمت میں داخل ہو گئے ان کے بعد ان کے بڑے فرزند بہروز خاں اور پھر ان کی وفات کے بعد شیخ علی خاں کلاں خدمت پر مامور ہوے اس کے بعد شیخ علی خاں نجیب الدولہ ہمیشہ نظام الملک آصف جاہ اول کی رفاقت میں گزارتے تھے ان کے عہد حکومت میں ان کو صوبیداری ناندیڑ سرفراز ہوی۔ صلابت جنگ کے عہد میں خطاب نجیب الدولہ سے مخاطب ہوے لیکن ان کو اس خطاب سے پکارا جانا پسند نہیں تھا۔ آدمی عظیم الجثہ لحیم شحیم تھے اس پر بھی ان کو گھوڑے کی سواری کی خوب مشق تھی ۱۱۸۴ھ میں سفر آخرت کیا ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے عبد القادر آشٹی وغیرہ دیہات پرگنہ پاتھری سوبہ برار بر بموجب فرامین سُلطانی جاگیردارانہ حیثیت سے قابض رہے۔ عمر کم پائی۔

نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر اول

By Courtesy Pictorial Hyderabad

آصف جاہ کی قایم مقامی

آصف جاہ نے آخر مرتبہ دکن آنے پر جہاں اپنے اور صاحبزادوں کو مختلف صوبوں کی خدمتوں پر نامزد کیا وہاں اس ہونہار کو بھی صوبہ داری ایلچپور سے سرفراز کیا اور انتقال سے پیشتر ناصر جنگ کو اپنا قایم مقام اور دوسرے چھوٹے بھائیوں اور بھانجے کا سرپرست بنایا اور اُن کو نصیحت وصیت کی۔ لیکن اُن کی قایم مقامی اور قیادت کو اُن کے نواسے مظفر جنگ نے تسلیم نہیں کیا اور خود علاقہ کرناٹک میں چلے گئے تاکہ وہاں کے فوجدار کو ہموار کر کے اپنی سلطنت علیحدہ قایم کریں ناصر جنگ کو اُن کی فہمایش یا اُن سے مقابلے کے لئے اس طرف جانا پڑا۔ اِس مرحلہ میں اپنے اور بھائیوں کے ساتھ نظام علی خاں بھی ان کے ہم سفر رہے کرناٹک میں داخل ہو کر ناصر جنگ نے حکمت عملی سے مظفر جنگ کو قابو میں لا لیا اور اُن کو نظر بند کر کے اپنے ساتھ لے چلے۔ حسین دوست خاں عرف چندا صاحب (فوجداری کرناٹک کے دعویدار) کی فہمایش پر فرانسیسی گورنر ڈوپلے مظفر جنگ کا طرفدار ہو گیا۔ جس کو اس (چندا صاحب) نے یہ توقع دلائی تھی کہ اگر مظفر جنگ ریاست پر متمکن ہو جائیں تو خود اس (چندا صاحب) کے فرانسیسی کمپنی کے حق میں بہت سے مراعات جاری ہوں گے اس بناء پر فرانسیسی سردار اور اُن کے حلیف نے ناصر جنگ کے افغان سرداروں کو یہ تحریص و ترغیب دی کہ اگر وہ ناصر جنگ کو قتل کر دیں اور اُن کی جگہ مظفر جنگ تخت نشین ہو جائیں تو ایک حصہ ملک اُن کو ان (افغان سرداروں) کے موجودہ ملک کے علاوہ دلایا جائیگا۔ اس لالچ میں افغان سرداروں نے ناصر جنگ کو شہید کر دیا اور اُن کی جگہ فرانسیسیوں کی خواہش کے موافق مظفر جنگ تخت نشین ہو گئے۔ ناصر جنگ شہید ہوتے ہی اُن کے چاروں بھائی جو اُن کے ہمراہ تھے

(جن میں نظام علی خان بھی تھے) لشکر سے نکل کر راجہ رام چندر[1] کے پاس چلے گئے کہ وہ سنیا ناصر جنگ کی شہادت کا باعث مظفر جنگ ہی کو تصور کرتے تھے اور جب وہ تخت نشین ہوگئے تو نظام علیخاں نے اپنے بھائیوں کو انھیں کے پاس چلنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ انھیں کے صلاح و مشورے سے اُن کے دونوں بھائی اور یہ راجہ رام چندر کے پاس سے نکل کر مظفر جنگ کے پاس آگئے۔ اُن کی تخت نشینی فرانسیسی مرکز حکومت (پانڈیچری) میں دُھوم سے ہوئی۔ پانڈیچری کے گورنر نے ان کی پر تکلف شاہانہ ضیافت کی اور اعجوبۂ روزگار آتشبازی اور لنگھے کا انتظام کیا انھوں نے اس موقع پر جہاں اوروں کو مناصب و خدمات دئے وہاں فرانسیسیوں کو بھی پانڈیچری کے اطراف کا علاقہ انعام میں دیا اور فرانسیسی فوج کا ایک دستہ موسی بوسی کی ماتحتی میں نوکر رکھ لیا۔

اس دستہ فوج کی صراحت صاحب توزکِ آصفیہ نے اِن الفاظ میں کی ہے:۔

"(گورنر پانڈیچری اموسی[2] بھوسی یکے از سرکردۂ خود را با مظفر خان و ابراہیم خان گاردی با یک ہزار کلاہ پوش و پانزدہ ہزار بار ہمراہ رکاب دادہ مرخص نمود "

اس فرانسیسی فوج کو اپنے ہمراہ رکاب لے کر مظفر جنگ اورنگ آباد کی طرف مراجعت فرما ہوے اب اُن افغان سرداروں نے ایفاء وعدہ کی استدعا کی لیکن بعض ناعاقبت اندیشوں نے یہ مشورہ دیا کہ مزید ملک دیکر اس ناحق شناس قوم کی قوت میں اضافہ نہ کرنا چاہئے اور اسی بناء پر ایفائے عہد میں تساہل ہونے لگا۔ چونکہ ان افغان سرداروں کا علاقہ (کڑپہ کرنول ساونور)

---

[1] یہ چندرسین کا بیٹا تھا اور صوبۂ بیدر کے مواضع جھالکی، بھالکی وغیرہ کا جاگیردار۔ لوازم خدمت بجا نہ لانے کی بناء پر ۱۱۶۰ھ میں صمصام الدولہ نے جاگیر سے اُس کو علحدہ کرنا چاہا۔ جس پر اُس نے مقابلہ کیا آخر میں امان چاہی اس کی تمام جاگیریں سوائے بھالکی کے ضبط کرلی گئیں۔

[2] تو زک آصفیہ قلمی صفحہ (۲۷)۔

فرانسیسی علاقہ سے قریب تھا اور یہ سردار خود آپ طاقت ور تھے اس کے بعد ان کو اگر اور ملک دیا جاتا تو اُن کی طاقت میں اور اضافہ ہو جاتا اور ان کا ملک اتنا وسیع ہو جاتا کہ خود فرانسیسیوں کو اپنے مقبوضات کے پھیلانے کی گنجایش نہیں رہتی اس بناء پر فرانسیسی عہدہ دار موسٰی بوسی یہ چاہتا تھا۔ کہ ملک کا وہ حصہ جو اُن کو دیا جاتا خود اس کو مل جائے تاکہ اس کی فرانسیسی قوت ملک دکن میں انگریزوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہو جائے اس لئے وہ بھی مظفر جنگ کو ایفائے عہد کے خیال سے باز رکھتا تھا اور چونکہ ایسا کوئی معاہدہ خود مظفر جنگ نے بالذات یا فرانسیسیوں کے توسل سے اُن کے ساتھ نہیں کیا تھا اس لئے اس کے ایفاء کا ان کو بھی بہت کم خیال تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افغان سردار پُردل ہو گئے اور خفیہ طور پر اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اُن کی فوج کو رائچوٹی سے آگے بڑھنے نہ دیا جائے اور سازش یہ کی کہ دَال جیرو کے گھاٹ میں اُن پر حملہ آور ہوں اور آپ لشکر میں چھیڑ چھاڑ کرنے لگے یہاں تک کہ ایک دفعہ ہمت بہادر خاں سردار کرنول کے سپاہی موسٰی بوسی کے لشکر سے اراب اور کچھ سامان لوٹ لے گئے ان کی اس سرزوری اور دیدہ دلیری پر موسٰی بوسی کو طیش آیا اور مظفر جنگ سے اس نے درخواست کی کہ ان پٹھانوں پر حملہ کیا جائے یا اُن سے سخت بازپرس کیجائے مظفر جنگ نے اس کو یہ سمجھایا کہ اتنی جلدی مناسب نہیں ہے حکمت عملی سے اُن سے مواخذہ کیا جائیگا۔ لیکن بوسی کو جوش انتقام میں زمین و آسمان کی خبر نہ رہی اُس نے یہ کہا " میں ان صاحبزادے کو لیکر حملہ کر دیتا ہوں" اور صلابت جنگ کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھا اور اپنی فوج سے حملہ کر دیا۔ جنگ چھڑ جانے پر مظفر جنگ بھی خود نکل آئے ان کے ساتھ نظام علی خاں بھی شریک ہو گئے افغانوں نے اپنی فوج کو ایک ہزیمت نما چکر دیکر حملہ آوروں کو اپنی مرکزی فوج اور توپخانہ سے دور اور بے راہہ کر دیا اور پھر یلغار کر کے

قلب فوج پر آگرے جس میں مظفر جنگ تھے صاحب توزک[1] آصفیہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر مظفر جنگ کا ہاتھی ہمت بہادر خاں کے ہاتھی سے مل گیا اور اس وقت انھوں نے ہمت بہادر خاں پر تلوار کے دو وار کئے جن کو خالی دیکر اس نے ایک تیر ایسا مارا کہ ان کے سر میں سے ہو کر گدی سے نکل گیا اور ساتھ ہی روح پرواز ہو گئی یہاں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تیر تو ایک دور کی مار ہے جب دونوں ہاتھی ایسے مل گئے تھے کہ نوبت تلوار و خنجر تک پہنچ گئی تھی تو پھر ہمت بہادر خاں نے مظفر جنگ پر تیر کیوں چلایا یہ مظفر جنگ کا وار کرنا اور تاریخوں میں تو پایا نہیں جاتا البتہ ہمت بہادر خاں کا تیر چلانا مسلم ہے چنانچہ صاحب انور نامہ نے جو قریب ترین زمانہ کا مصنف ہے اور موقع واردات سے قریب مقام پر والا جاہ کے ایما اور تحریک پر اپنی تاریخی نظم لکھی ہے اس واقعہ کو حسب ذیل اشعار میں ظاہر کرتا ہے[2]

محمد بہادر[1] چو دید آں گروہ	کہ گردید در کار ہیجا ستوہ
بر آں کافۂ خاص سرکش شدہ	خسک ریز کانون آتش شدہ
در آتش بسان سمندر بشد	چو پروانہ بر شمع سوزندہ شد
بسوی ہدایت محی دیں رواں	بگردید و زد تیر سخت از کماں
بچشم جہاں بین او کار کرد	ہماں کشور ہیئتش خوار کرد

ممکن ہے کہ صاحب توزک آصفیہ کو تسامح ہوا ہو اور اسی کو محسوس کر کے اس نے اپنے بعد کے نسخے سے اس کو نکال دیا ہو کیونکہ مطبوعہ کتاب میں ضرب شمشیر کا کوئی ذکر نہیں ہے ہمت بہادر خاں

---

[1] توزک آصفیہ قلمی صفحہ ۲۷۔ [2] انور نامہ ورق ۹۳۔

کے تیر کے ساتھ ہی محمد حسین خاں (یمین الدولہ، صوبہ دار حیدر آباد، جو نظام علی خاں کی خواصی میں بیٹھے ہوئے تھے) نے اُس پر فیر کیا جس سے وہ اپنے حوضہ میں گر گیا اور معاً نظام علیخان اپنے ہاتھی کو اُس کے ہاتھی سے ملا کر اس کے پاس پہنچے اور اس کا سر اُتار کر نیزے پر بلند کر دیا ؎

برائے بدی ہر کہ سر در کشید — دریں دیر آخر بکیفر رسید

اِسی دوران میں ایک تیر نظام علی خاں کے چہرے پر آ لگا جس کو انھوں نے خود نکال کر پھینک دیا افغان فوج اپنے سردار کا قتل ہونا دیکھ کر بھاگ نکلی اس کے بعد مظفر جنگ کا دیوان رگھناتھ داس نظام علی خاں کی خواصی میں آ بیٹھا اور اُن پر مورچھل جھلنے لگا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اُن کی جانشینی تسلیم کر لی گئی۔ مگر موسٰی بوسی جس نے صلابت جنگ کو ہمراہ لیکر جنگ کا آغاز کیا تھا یہ چاہتا تھا کہ مظفر جنگ کی جگہ صلابت جنگ تخت نشین ہوں تاکہ وہ اس تصوّر سے کہ اُن کو موسٰی بوسی کی وجہ سے ریاست ملی اس کے زیر بار احسان ہو کر اُن مراعات میں اضافہ کریں جو مظفر جنگ نے اُس کے اور اس کی قوم کے حق میں جاری کی تھیں۔
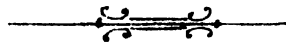
صلابت جنگ کی تخت نشینی

ایک ہی مقام اور ایک ہی لشکر میں رئیس کی قایم مقامی کی نسبت کسی اختلاف کے پیدا ہونے سے اندیشہ تھا کہ آپس میں بری طرح جنگ چھڑ جائے ریاست آصفجاہی کے طرفداروں نے یہ پسند نہ کیا کہ مظفر جنگ کے بعد ان کا کمسن لڑکا تخت نشین ہو اور بعد مشورہ یہ قرار دیا کہ آصف جاہ کے صاحبزادوں میں سے ہی کسی کو قایم کیا جائے صلابت جنگ کی تخت نشینی پر غلبۂ آرا کا اندازہ دیکھ کر نظام علی خاں نے پیش اندیشی سے مناسب جانا کہ اپنی رائے بھی ظاہر کردیں تاکہ اس طریقہ سے اس خفت کا موقع نہ آنے پائے جو اپنی تخت نشینی کے اعلان اور پھر اس سے اختلاف واقع ہونے کے باعث پیدا ہوتی چنانچہ انھوں نے بیان کیا کہ

"نواب[1] میر سید محمد خاں صلابت جنگ عمر میں ہم سے بڑے ہیں اس لئے وہی ریاست کے سزاوار ہیں"۔

لیکن صاحب گلزار آصفیہ اس واقعہ کو شیر جنگ سے متعلق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انھوں نے یہ کہا،

"بڑے[2] بھائی کے موجود ہوتے ہوئے چھوٹے بھائی کو تخت سلطنت پر بٹھانا خاندان آصفیہ کے آئین کے خلاف ہی یہ ہرگز نہ ہوگا . . . ."

ممکن ہے کہ اس تخیل کو پہلے شیر جنگ نے ہی نظام علی خاں کے ذہن نشین کیا ہو۔ مگر صورتِ واقعہ اس مبینہ عمل درآمد کے خلاف تھی کہ بعد انتقال آصف جاہ ان کے سب سے بڑے فرزند

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۲۰ - [2] گلزار آصفیہ صفحہ ۶۷ -
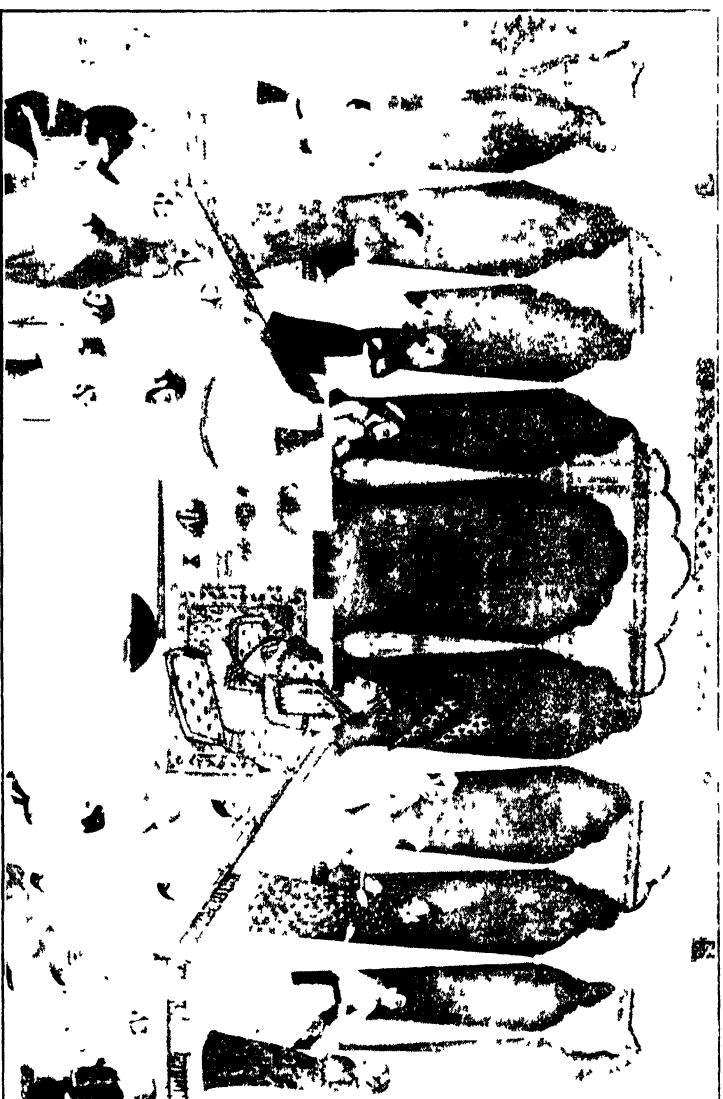
دربار نواب عثمان جنگ بہادر

غازی الدین خاں فیروز جنگ کی موجودگی میں ناصر جنگ تخت نشین ہوے اور جب مظفر جنگ کے بعد تخت نشینی کی بحث پھر پیدا ہوی تو اس وقت بھی صلابت جنگ سے بڑے بھائی حی القائم تھے اگر عمل درآمد یہی ہوتا تو صلابت جنگ کے عوض اُن کا نام پیش کیا جاتا لیکن در اصل یہ موسی بوسی کا پروپاگنڈا تھا کہ اپنے ہی منتخب کردہ شخص کو ریاست ملے تاکہ اس سے من مانے فوائد حاصل کرنے میں کامیابی ہو اُدھر اُس نے رگھناتھ داس کو یہ توقع دلاکر نظام علی خاں کی طرفداری سے باز رکھا کہ رئیس کوئی ہو دیوان اُسی کو مقرر کیا جائیگا۔ اس کے بعد صلابت جنگ کے رئیس ہونے میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ چنانچہ نذریں پیش کی گئیں اور ان کو رئیس دکن تسلیم کرلیا گیا۔ صاحب انور نامہ کہتا ہے کہ صلابت جنگ راجہ رگھناتھ داس اور اولوالالباب کی تائید سے دوسرے روز تخت نشین ہوے اس کے اشعار یہ ہیں ؎

بروزِ دگر راجہ رگنات داس [1] | بہ تجویز مردانِ عالی قیاس
بہ سیّد محمدؐ صلابت، لقب | کہ او ہست فرزند آصف نسب
نظامت سپردند در انجمن | پئے رونق صوبہ جاتِ دکن

صلابت جنگ نے رئیس بنکر رگھناتھ داس کی دیوانی کو بحال رکھا اور فرانسیسیوں کے حقوق سابقہ بھی برقرار رکھے۔

اس واقعہ تخت نشینی سے یہ ثابت ہوگیا کہ موسیٰ بوسی جو چاہتا تھا وہ ہوا اور دوسرے امرا جو اس سے اختلاف رکھتے تھے اس کی قوت واثر سے متاثر ہوگئے اور چونکہ اُس نے

---

[1] انور نامہ ورق ۹۴۔

نظام علی خاں کے خلاف صلابت جنگ کی طرفداری کی تھی۔ اس لئے اُن کو اس کی نسبت سوءظن پیدا ہوگیا اور نہ صرف اسی سے بلکہ ہر اس شخص سے جس نے اس موقع پر اُن کی طرف داری سے اغماض کیا تھا۔ حقیقۃً اگر دیکھا جائے تو یہی خلش تھی جو ان کی آئندہ کامیابیوں کے لئے سبق آموز اور راہنما ہوئی اور زمانہ مستقبل میں نظام علی خاں نے انتظام ریاست میں فرانسیسیوں کے خلاف جو کچھ حصہ لیا ہے اگر اس سے وہ باز رہتے تو کچھ دور نہ تھا کہ سلطنت فرانسیسیوں کے حوالے ہو جاتی۔

ریاست پر متمکن ہو کر صلابت جنگ اپنے لشکر کے ساتھ حیدرآباد کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے بھائیوں کو نظربند کر کے اپنے ساتھ ساتھ رکھا تاکہ وہ ان کے خلاف کوئی کوشش نہ کر سکیں حیدرآباد پہنچکر نذریں لیں اور قلعۂ گولکنڈہ کے خزانے سے کچھ رقم حاصل کی اور اورنگ آباد کی طرف بڑھے کہ اس زمانے میں یہی دکن کا مرکز حکومت تھا۔

نظامت دکن پر غازی الدین خاں فیروز جنگ کی سرفرازی

جب انگریزی کمپنی کو یہ تیقن ہوگیا کہ فرانسیسی قوم دکن کے سب سے بڑے رئیس، صلابت جنگ کے دربار میں مستحکم طور پر جم گئی ہے تو انھوں نے فرانسیسیوں کو اُن سے علٰحدہ کرنے کی کوشش شروع کی۔ نواب کرناٹک کے ذریعے دربارِ مغلیہ میں اور خود غازی الدین خان آصف الدولہ فیروز جنگ کو (جو آصف جاہ اول کے بڑے فرزند اور دربار شاہی میں وزارت کے مرتبہ سے ممتاز تھے) یہ اطلاع کی کہ صلابت جنگ نے اس قوم سے سازباز کی ہے جو شاہی صوبہ دار ناصر جنگ کی شہادت کے بانی مبانی تھے اس لئے لازم ہے کہ ان کے پاس سے اس قوم کو علٰحدہ کر دیا جائے اور خود ان کی ریاست پر نظر ڈالی جائے اس اطلاع پر

دربار شاہی سے نظامت دکن خود غازی الدین خان کے نام بحال ہوی۔ چنانچہ نواب کرناٹک کے خط مذکور اور نظامت دکن پر غازی الدین خان کے تقرر کا حال ان کے خط موسومہ نواب محمد علیخان فوجدار کرناٹک سے ظاہر ہوتا ہے جو یہ ہے:۔

"...... مودّت نامۂ مخالصت مشحون و محبت ذریعۂ موالات مشحون متضمن شہادت سراسر قیامت اخویم نواب نظام الدولہ ناصر جنگ رحمۃ اللہ علیہ و طغیان ورزیدن فوائن پر تلبیس بدستگیری بعضے نمک حرامان انسان صورت و بسیرت ابلیس، و خرابی ملک کرناٹک و استقامت خویش در قلعۂ تحرنگر باوصف شورش اطراف و غلوئے اہل خلاف با عرضداشت حضور ظلِ سبحانی رسید، و واسطۂ تحسر و اندوہ خاطر گردید از آنجا کہ بساط ہوائے غیر منگامی این صحرا بوزیدن است و بنیاد بے ثبات این بنائے بے بقا پایمال سیلِ فنا گردیدن، انسان را جز برضائے الٰہی دستگاہے معلوم و بدون تسلیم مشیتِ ایزدی گزیرے نامفہوم، لہٰذا بہ اصطبار لاچاری کوشیدہ بہ پیروی اطاعت پیش آہنگانِ عرصۂ اعتبار و تحفظ اسباب نام آں خلوت گزینان نشیمن بایۂ اعلیٰ حسب مراحم و الطاف شاہی و مطابق اذعانِ حکم سایۂ الٰہی گردیدہ باشد یعنے نظامتِ دکھن از پیشگاہِ خلافت پادشاہ زمن روز منظور گشتنِ عرضداشت آں استظہار احسن مفوض من ملتجی افضال ذوالمنن و عہدۂ نیابتِ این کار بر آں کارفرمائے انتظام روزگار مقرر و مستحسن گشت۔ چنانچہ شرح این عطیہ کبریٰ در فرمان واجب الامتثال حضور ظل ذوالجلال بادیگر عطیات خطاب و منصب و خلعت و استقلال حراست

ملک کرناٹک وغیرہ نوازشات مناسبہ مبرہن ست یقین است کہ برطبق حکم

بارگاہ خلافت از تقدیم نشاط مراتب مبذولہ معجدّد وگذارش سپاس واحداحد،

و تصفیۂ خس وخاشاک فرانسیس وغیرہ جمہور حدود میدۂ باغستان ملک کرناٹک

خواہند پرداخت، وتا رسیدنِ ایں جانب از انتظام امُور دکھن مسرور سعی بلیغ خواہند ساخت

انشاءاللہ تعالیٰ بعد دستِ داد اتصال بہ تجویز وصلاح یک دیگر ہمہ نظم ونسق مہام

کرناٹک ودکن خاطر خواہ احبا بعرصۂ شہود خواہد شتافت۔ بفضلہ من کل الوجوہ تکیہ

بہ توجہات روز افزوں شاہی اطمینان کلّی باید داشت"۔

اس سے ظاہر ہے کہ غازی الدین خان نے اپنی نظامت دکن کا فرمان حاصل کرنے کے

بعد یہ ارادہ کیا کہ ممالک دکن سے فتنہ وفساد رفع کرنے کے لئے خود آپ روانہ ہوں اور یہ خواہش

تھی کہ رفع فساد کے بعد اس علاقہ کا انتظام نواب کرناٹک کو اپنا نائب مقرر کرکے ان کے حوالے کردیں

لیکن ان کا یہ خیال اس وقت تک صُورتِ عمل میں نہ آسکا جب تک کہ دعویدار فوجداری کرناٹک

چند اصاحب قتل نہو گئے اور محمد علی خاں بلا مزاحمت غیرے فوجدار کرناٹک تسلیم نہ کرلئے گئے

جس کے بعد انھوں نے دکن کی سمت میں چلنے سے پہلے اپنے اس تہیّہ کا اظہار نواب کرناٹک کو

ان الفاظ میں کیا ہے۔

"... دریں رُوزہا صلابت جنگ بہ ہوس گیرودار اعتبار ناپائدار

ناموسِ برادری را بربادداده وبہ اغوائے ناکسانِ بے ننگ، واتفاق فرانسیسان

شقاوت آہنگ، درکینۂ ایں متوثق بہ تائید ذوالمنن، وتخریب نظامتِ دکن افتادہ

بنا برآں پا برکاب یکران عزیمت و خاطر بہ شتاب تہیۂ نہضت سواد دکن ہستم۔ تا بنیاد فساد ازآں میمنت آباد براندازم و بمعاضدت آں قوت بازوئے خویش و خلاصۂ یکرنگان وفا اندیش کہ جملگی سرکشان آں ناحیہ را بہ کیفر کردار ناہموار ہر یک رسانیدند و حسین دوست خاں را مع حشمت و شکوہش مذبوح دشنۂ تدارک گردانیدند و در اصل نسبت بہ ایں دوست یک رنگ بنا بر افاضت نظامت دکن باعث ہستند التجا مندم کہ درآں سرزمین فراسیسان را در شکنجۂ سزائے بدعہدی آنہا سخت کشند و قلعہ پھولچری کہ بنائے طغیانیٔ ہر طاغی و واسطۂ بغاوت ہر باغی است متاصل گردانند بہ حکم قول کسے بیت

دو دل یک شود بشکند کوہ را — پراگندگی آرد انبوہ را

یقین است کہ درایں صورت رفع ابتری دکن تا کرناٹک بلکہ تمامی ولایت ہند بفعل آید۔ زیادہ اسباب حجت زیادہ و سامان دولت آمادہ باد۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن پہنچنے سے پہلے یہ چاہتے تھے کہ اس علاقہ کے ذی اثر اصحابِ حکومت کو اپنی طرف کرلیں تاکہ اپنے مخالفین کی سرزنش میں ان کو آسانی ہو چنانچہ انھوں نے اُدھر محمد علی خاں نواب کرناٹک کو اپنا بنا لیا اور اِدھر مرہٹہ پیشوا کو ہموار کرلیا اور ایک لاکھ فوج کے ساتھ دکن کی جانب روانہ ہوئے اس کی اطلاع جب صلابت جنگ کو ہوئی تو مقابلہ میں ان کو اپنی کامیابی کی کوئی توقع نہیں رہی اس لئے وہ معاً اورنگ آباد سے حیدرآباد آگئے اور ایسے انتظامات عمل میں لانے لگے کہ مقابلہ نہ ہونے پائے اور کام اپنے حسبِ مراد بن جائے

انگریزی تواریخ سے یہ پایا جاتا ہے کہ اپنی اسی تدبیر کی پیش رفت میں انھوں نے لشکر خان رکن الدولہ کو (جو اُن کے دیوان تھے) اپنے پاس سے علیحدہ کر کے اورنگ آباد اور برار کی طرف روانہ کر دیا۔

غازی الدین خان کا اورنگ آباد آنا اور ہلاک ہو جانا

آخر غازی الدین خان اپنی کثیر فوج کے ساتھ (۲۲ اکتوبر ۱۷۵۲ء ۱۶ محرم ۱۱۶۵ھ) شہر اورنگ آباد میں داخل ہوے۔ صاحب توزک والاجاہی کہتا ہے[1] کہ اس موقع پر صلابت جنگ نے اپنی والدہ کو ان کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ اپنے حقیقی بیٹے سے ناراضگی کا اظہار کر کے ان کا اعتماد حاصل کریں اور اس کے بعد کسی نہ کسی طرح ان کو زہر دے دیں۔ اسی بنا پر وہ گئیں اور مذکورہ طریق سے ان کا اعتماد حاصل کیا اس کے بعد ایک دفعہ غازی الدین خاں نے شدت گرما کو محسوس کر کے یہ بیان کیا کہ ان کے والد گرمیوں میں کھیرے[2] اور چھانچہ کا مرکب استعمال کرتے تھے اور خواہش ظاہر کی کہ وہ خود بھی اس کو استعمال کریں گے۔ صلابت جنگ کی والدہ نے اس پر یہ کہا کہ اس کے بنانے کا ان کو بڑا تجربہ ہے اور خلوص کے ساتھ ان کے لئے تیار کرنے کا ارادہ کیا غازی الدین خان نے اس کو قبول کیا۔ بیگم صاحبہ نے اس مرکب میں کوئی زہر ملا دیا جس کو انھوں نے استعمال کیا اور اس کے بعد ہی وہ فوت ہو گئے۔ لیکن میالیسن کہتا ہے کہ نظام علیخاں[3] کی والدہ نے ایک روز اُن کے شام کے کھانے میں زہر ملا دیا اور یہ کہکر وہ زہر آلود کھانا ان کو کھلا دیا کہ اس کو میں نے اپنے ہاتھوں تیار کیا ہے" جسے کھا کر وہ ہیضہ میں مبتلا ہو گئے اور اسی سے جاں بحق ہوے

---

[1] توزک والاجاہی ورق ۱۷۶۔

[2] لکھا ہے کہ کھیرے کو باریک تراش کر نمک اور مصالحہ کے ساتھ ملا کر چھانچہ میں ملا لیتے تھے یہ ایک ذائقہ دار مرکب بن جاتا اس کو گرمی کے موسم میں دفع حرارت کے لئے استعمال کرتے تھے۔

[3] میالیسن صفحہ ۲۴۹۔

ہم لوجب غازی الدین خان کے زہر ہی سے مرنے میں تامل ہے تو ہم کسی صورت میالیسن کے اس قول کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ نظام علی خاں کی والدہ نے ان کو زہر دے دیا۔ اگرچہ اس صورت میں اس قیاس کی گنجایش ہے کہ عمدہ بیگم نے اس آرزو میں اُن کو زہر دے دیا۔ کہ اپنے لڑکے کو اپنے باپ کی مسند پر بیٹھا دیکھیں لیکن ہم اس کو نہیں مان سکتے اس واسطے کہ غازی الدین خان سے زیادہ وہ صلابت جنگ کی مخالفت ہو سکتی تھیں۔ کہ انھیں کی وجہ سے اُن (نظام علی خاں) کی قایم مقامی کا اعلان ہو کر کالعدم ہوا تھا اور اب بھی اُن کے رئیس ہونے میں صلابت جنگ ہی حایل و مزاحم تھے اور جس طرح غازی الدین خان ان کے علاتی فرزند تھے۔ اسی طرح صلابت جنگ بھی تھے اور اپنی مخالفت کو ان کے خلاف کام میں لانے کے لئے بیگم صاحبہ کو بہت سارے مواقع بھی حاصل تھے کہ وہ اکثر اورنگ آباد میں اُن سے قریب رہی ہیں۔ اس سے زیادہ قرینِ عقل صاحبِ توزکِ والاجاہی کا بیان ہے جس کی تائید اُس عصر کے اور موّرخین سے بھی ہوتی ہے ۔ دوسرے موّرخین زہر دئے جانے کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ زہر دیا کس نے؟ اگر ہم زہر خورانی کے واقعہ کو تسلیم کریں تو یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر اورنگ آباد میں کوئی ہل چل کیوں نہ پیدا ہوی۔ جس کا امکان اس وجہ سے تھا کہ وہاں اس وقت دونوں کے طرفدار موجود تھے اور غازی الدین خاں کے ساتھ تو ایک کثیر اور معقول فوج تھی اور ہر دلعزیزی بھی ان کو حاصل تھی اور جب ان کی موت کا سبب زہر خورانی ہی ٹھیرتا ہے تو ہم یہ قیاس کیوں نہ کریں کہ یہ تدبیر یا سازش اس فرانسیسی ڈاکٹر مسمی ڈی وولٹن کی ہے جو اس موقع پر غازی الدین خاں کے ساتھ دہلی سے آیا تھا اور اسی کے ذریعہ انھوں نے اپنا یہ حکم فرانسیسی گورنر ڈوپلے کے پاس بھیجا تھا کہ صلابت جنگ کے پاس کی متعینہ فرانسیسی فوج کو واپس طلب کر لے

اور اپنی اس غرض کی تکمیل کے لئے ممکن ہے کہ فرانسیسیوں نے محلات کی فضا کو اپنے موافق کر لیا ہو
ہمارا خیال یہ ہے کہ غازی الدین خان کو ثقیل غذاؤں سے رغبت تھی اور وہ زمانہ امتزاج فصلین کا
تھا ممکن ہے کہ غذا کی بے احتیاطی نے بہ اعتبار موسم ان کو ہیضہ میں مبتلا کر دیا ہو اور اُن کے اس
مرض سے فوت ہو جانے کے بعد فرانسیسیوں کے معاندین نے (جو اسی سلسلے میں صلابت جنگ کے
بھی مخالف ہو سکتے تھے) یہ مشہور کر دیا ہو کہ اُن کو زہر دیا گیا ہے اور یہ صورت دور از عقل بھی نہیں ہے
ایسے بعض مشاہیر اشخاص کے واقعات ہمارے سننے میں بھی آئے ہیں جن پر زہر کھا کر مرنے کا گمان
کیا جاتا ہے۔

جنگ ساونور اور اس کے اسباب

اس کے بعد ہم تاریخ آصفیہ میں کئی اوراق تک نظام علی خاں کا ذکر
نہیں پاتے۔ وہ رگھناتھ داس اور لشکر خان کی مدار المہامی کے پورے زمانے میں اپنے بھائی
بسالت جنگ کے ساتھ نظر بند رہے یہاں تک کہ لشکر خاں فرانسیسیوں کی مخالفت کی بناء پر دیوانی سے
علٰحدہ ہوئے اور ان کی جگہ شاہنواز خاں صمصام الملک دیوان ہوئے ان کے اس خدمت پر
سرفراز ہونے کے بعد ہی ساونور کی جنگ چھڑی جس میں صلابت جنگ کو بذات خود حصہ لینا پڑا اسی
جنگ کے دوران میں ان دونوں بھائیوں کی قسمت نے پلٹا کھایا اور نظام علی خان اور بسالت جنگ
گوشۂ خلوت سے باہر نکالے گئے اور اُن پر خطاب و خدمت کی سرفرازی ہوئی۔ اس کی تفصیل اور
اسباب معلوم کرنے کے لئے پہلے ساونور کی جنگ پر نظر ڈالنا ضروری ہے کہ اسی سلسلے میں اُن کی
سرفرازی ہوئی ہے اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں ساونور، علاقۂ سرکار عالی کے حاکم عبد الحکیم خان
افغانی اپنی بالادست حکومت سے منحرف ہو گئے تھے اور اُن کا ہمسایہ مرہٹہ سردار مراری راؤ پیشوا سے

باغی ہوکر اُن کے علاقہ گوتی پر خود مختارانہ طور پر قابض ہوگیا تھا۔ جب اس مرہٹہ سردار کو یہ خبر ملی
کہ بالاجی راؤ پیشوا اس کی سرکوبی کے لئے آرہے ہیں تو اُس نے عبدالحکیم خان سے مصالحت و اتفاق
کرکے پیشوا سے مقابلہ کرنے کی تجویز کی۔ اب بالاجی راؤ نے یہ محسوس کیا کہ ساونور صلابت جنگ کے
زیر حکومت ہے اس پر قابو پائے بغیر مراری راؤ کی تادیب ناممکن ہے اس لئے اُنھوں نے اس
واقعہ کا اظہار کرکے حاکم ساونور اور مراری راؤ کے مقابلہ میں صلابت جنگ سے استمداد کی جس پر
وہ راضی ہوگئے پونہ سے بالاجی راؤ اور اورنگ آباد سے صلابت جنگ اپنی اپنی فوجوں کے
ساتھ ساونور کی طرف بڑھے۔ لیکن واقعات جدا شدنِ اہل فرنگ، کا مصنف کہتا ہے کہ عبدالحکیم خان
(شاید اسے چونکہ کی نسبت) عدول حکمی کر رہا تھا اور مراری راؤ گھوڑپڑہ اور مظفر خاں گارڈی کے
ساتھ متفق ہوگیا تھا اس بنا پر پرسرام پنڈت کے ذریعہ جو صلابت جنگ کے دربار میں بالاجی راؤ کا
وکیل تھا یہ تصفیہ ہوا کہ اُدھر بالاجی راؤ اپنی فوج کے ساتھ ساونور کو مقابلے کے لئے جائیں اور ادھر
پرسرام پنڈت صلابت جنگ کو اُن کی مدد پر آمادہ کرے اور اُن کی فوج کو لیکر آگے بڑھے۔ یہ ممکن ہے
کہ بالاجی راؤ پیشوا کی درخواست استمداد پر صمصام الدولہ شاہنواز خان مدار المہام نے جن کے خیالات
فرانسیسیوں کے موافق نہیں تھے۔ اپنے عندیہ کی پیش رفت میں اس جوابی امداد کی خواہش کی ہو
کہ صلابت جنگ اس شرط سے پیشوا کو مدد دے سکتے ہیں کہ پھر اُن کو بھی اُن کی فرانسیسی فوج کے برطرف
کرنے میں پیشوا مدد دیں اور اس برطرفی کے بعد آئندہ اُن سے باہمی اتحاد قائم رہے یہ کوئی ایسی بات
نہیں تھی کہ پیشوا اس کو قبول نہ کرتے۔ بہرحال ان مدارج کے طے پانے کے بعد صلابت جنگ کی
فوج ساونور کی طرف روانہ ہوی۔ یہ امر متحقق ہے کہ میدان جنگ میں پہلے بالاجی راؤ کی فوج اُتری

اور تقریباً ڈھائی مہینہ تک ساونور کا محاصرہ کئے ہوئے ٹھیری رہی اس عرض مدت میں بارہا مقابلے ہوئے اور بالاجی راؤ کو بہت کچھ نقصان برداشت کرنا پڑا آخر صلابت جنگ کی فرانسیسی فوج کے توپ خانہ کی مدد سے بہت تھوڑے عرصہ میں ساونور کے سردار سے صلح ہوگئی اس صلح کے متعلق اورمی کہتا ہے کہ موسیٰ بوسی نے اپنی قوم کے جلب منفعت کی خاطر اراکین دولت کے مشورے کے بغیر شرائط صلح طے کئے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ترچیاپلی کی گذشتہ جنگ میں مراری راؤ کی خدمات کی بنا پر فرانسیسی حکومت اس کی مقروض ہوگئی تھی۔ جسے اہل فرانس نے معاً ادا نکر کے اس کو ایک دستاویز لکھدی تھی۔ اب مراری راؤ نے خفیہ طور پر بوسی کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ :-

"وہ دستاویز[1] میرے پاس موجود ہے میں اس سے اس شرط سے دست بردار ہوتا ہوں کہ تم آسان شرائط پر بالاجی راؤ اور صلابت جنگ سے صلح کرادو..."

اس پر بوسی نے شرائط صلح خود قایم کیں جن پر صلح ہوگئی اور دستاویز مذکور اس کو واپس مل گئی اس صلح کے خفیہ شرائط کی کوئی اطلاع یا اس کی نسبت کوئی اجازت بوسی نے صلابت جنگ سے حاصل نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی نسبت ان کی اس بدگمانی میں اور اضافہ ہوگیا جو شاہنواز خاں اس کے خلاف پیدا کر رہے تھے۔

'واقعات جدا شدن اہل فرنگ' میں اس صلح کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا گیا ہے۔ اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ساونور[2] میں دو روز اور تین راتوں میں فرانسیسی فوج نے تین ہزار پانسو گولے چھوڑے جس سے فصیل اور بروج وغیرہ مشبک اور اکثر مکانات خاک کے برابر ہوگئے

---

[1] اورمی جلد اول صفحہ ۳۷۰۔

[2] "واقعات جدا شدن اہل فرنگ" صفحہ ۵۔

آخر کار صلح ہو گئی۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ شرائط و مبانی صُلح سے قطعاً اعراض کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کا مصنف حیدر جنگ[۱] کا ہوا خواہ تھا جو موسی بُوسی کا وکیل تھا اس لحاظ سے اس کے نزدیک ایسے اُمور کا بیان کرنا جن سے اس کے مربی یا اس کے مؤیدین کی کمزوری ظاہر ہوتی ہو درست تھا۔ بہرحال اس صلح کے بعد فرانسیسی فوج کے مخالفین نے صلابت جنگ کو اُن شرائط و امور سے آگاہ کر دیا۔ جن کی بناء پر یہ صلح ہوی تھی۔ اب تک جتنی باتیں فرانسیسیوں کے خلاف گوش زد ہوئی ہو رہی تھیں۔ ان میں یہ اضافہ ہوئی اب خود بدولت اس امر پر مائل ہوے کہ فرانسیسی فوج کو برطرف ہی کر دیا جائے لیکن ان کو ایک ایسے شفیق کی ضرورت تھی جو فرانسیسی فوج کے نکالنے میں بھی مدد دے اور اُن کی آئندہ مشکلوں کے وقت بھی امداد کی حامی بھرے۔ ان اغراض کے تحت وہ صلح کے بعد تن تنہا بالاجی راؤ کے پاس پہنچے اور اپنی مشکلات کا اظہار کر کے ان کی رائے لی۔ انھوں نے ان کے عندیہ کو پرچا کر فرانسیسیوں کی

---

[۱] حیدر جنگ کا نام عبدالرحمٰن تھا اس کا باپ خواجہ قلندر بخاری آصف جاہ اول کے عہد میں بلخ سے ہندوستان آکر ان کے پاس رسوخ حاصل کر کے مچھلی پٹن کی فوجداری سے سرفراز ہوا لیکن جب فرانسیسیوں نے مچھلی پٹن میں مداخلت شروع کی تو اُس نے ان سے چشم پوشی کی یہاں تک کہ اس بندرگاہ پر اغیوں نے پوری طرح پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ پانڈیچری پہنچکر فرانسیسی گورنر کے پاس مقیم ہو گیا اس وقت عبدالرحمٰن حیدر جنگ کم سن تھا پانڈیچری کا گورنر اس کو بہت عزیز رکھتا تھا جب فرانسیسی فوج مظفر جنگ کی ملازم ہو کر ان کے ہمراہ چلنے لگی تو فرانسیسی گورنر ڈوپلے نے اس بنا پر کہ وہ جامع بین المسلمین والنصاریٰ ہے موسی بوسی کے ہمراہ کر دیا صاحب سیوار پور بوسی کے قول کے مطابق عبدالرحمٰن بُوسی کا ملازم اس وقت ہوا ہے جبکہ فرانسیسی فوج گولکنڈے کے پاس پہنچ گئی تھی اور اس نے فرانسیسی عہدہ دار سے اپنے والد کے احسانات کا اظہار کر کے ملازمت کی درخواست کی تھی۔ ملازم ہو کر اس نے بوسی کا بڑا اعتبار حاصل کیا اور اس کی سفارش پر خطابات ذوالفقار خاں حیدر جنگ اسد الدولہ سے تک سرفرازی پائی اس کا ایک بھائی ذوالفقار جنگ تھا جس کو بوسی نے حیدر جنگ کے قتل کے بعد اس کا قائم مقام بنایا اور بعد انگریزوں سے سرکار ان شمالی پر شکست کھانے کے بعد بر بنا عہدنامہ (مابین صلابت جنگ و انگریز بسردار کرنل فورڈ) علاقہ سرکار عالی کی ملازمت سے علحدہ کر دیا گیا تو اس کو بسالت جنگ نے اپنے پاس ملازم رکھ لیا۔

برطرفی کا مشورہ دیا اور یہ کہا کہ میری طرح آپ بھی اپنے بھائیوں کو قوت و اقتدار عطا کیجئے کہ صاحب جمعیت واستعداد ہو جائیں اور ضرورت کے وقت اپنی فوج سے آپ کی رفاقت کریں اس رائے میں ممکن ہے کہ بالاجی راؤ کے پیش نظر اپنے مفاد بھی ہوں یعنے ایک تو یہ کہ وہ اس یوروپین فوج کے مقابلے میں صلابت جنگ پر مستولی نہیں ہو سکتے تھے اور دوسرے یہ کہ اگر یہ فوج ان کے پاس سے علیحدہ ہو جائے تو ممکن تھا کہ وہ خود اس کو نوکر رکھ کر اپنی فوجی قوت میں اضافہ کر لیتے۔ چنانچہ اسی کا اظہار میالیسن نے اس طرح کیا ہے کہ بالاجی راؤ موسی بُوسی کو صلابت جنگ کے پاس سے علیحدہ ہونے پر اپنے پاس نوکر رکھ لینا چاہتے تھے اور اسی غرض سے انھوں نے برطرفی کے حکم کے بعد ہی مُوسی بوسی کو ان الفاظ میں تہنیت نامہ لکھا۔

"ایسی[1] احسان فراموش مغل قوم کی ملازمت سے علیحدہ ہونا تم کو مبارک ہو"۔

اس باہمی مفاہمت کو "واقعات جدا شدن اہل فرنگ" کے مصنف نے کسی قدر تفصیل سے بتایا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"(بعد علیحدگی اہل فرنگ) بالاجی[2] راؤ اپنے بھائیوں اور سرداروں کے ساتھ دریائے تنگبھدرا کو عبور کر کے عُمدۃ الملک موسی بُوسی کی قیام گاہ پر پہنچا اور یہ اقرار پیش کیا کہ وہ دو لاکھ رُوپے ماہوار پر تم اپنی تمام فوج اور توپ خانہ کے ساتھ میری رفاقت و مُلازمت اختیار کرو کہ مجھے ملک ہندوستان کی تسخیر میں رفقاء کی پشت گرمی کی ضرورت ہے"۔

---

[1] میالیسن صفحہ ۴۶۶۔ [2] واقعات جدا شدن اہل فرنگ صفحہ ۰۔

بالاجی راؤ کا یہ سخن دو کام دیتا ہے ایک تو یہ کہ موسی بُوسی کو صلابت جنگ کی ترکِ خدمت پر ناراض اور مشتعل ہونے سے باز رکھے دُوسرا یہ کہ اگر وہ اپنی ملازمت پر راضی ہوجائے تو صلابت جنگ سے یہ ظاہر کرکے اُس کو اپنے پاس نوکر رکھ لے کہ ہندوستان میں پھیلے ہوئے فتنہ وفساد کو فرو کرنے کی غرض سے بُوسی کے خدمات کی ضرورت ہے۔

فرانسیسی فوج کی برطرفی اور اس کے اسباب: پیشوا سے مشورہ کرنے کے بعد صلابت جنگ نے پہلے اپنے بھائیوں کو نظر بندی سے نکال کر سرفراز کیا۔ چنانچہ نظام علی خاں کو خطاب نظام الدولہ و صوبہ داری برار سے ممتاز کیا اور بسالت جنگ کو صُوبہ داری بیجاپور و ادُھونی عطا کی۔ صاحب تورک آصفیہ کہتا ہے کہ اس[1] سرفرازی پر مُوسی بُوسی نے بھی اپنے لئے بیدر کی صُوبہ داری کی درخواست کی۔ جس سے غالباً اُس کی غرض یہ تھی کہ اس مرکزی علاقہ پر قابض ہو کر تمام بھائیوں کی قوتوں اور اعمال پر نظر رکھے اور اُن کو ایک جگہ جمع ہونے نہ دے لیکن اس کی اس درخواست کے خلاف صلاح کاروں نے صلابت جنگ کو ایسا ہموار کیا کہ انھوں نے فرانسیسی فوج کی برطرفی کے احکام جاری ہی کر دئے اپنی فوج کی برطرفی کے بعد مُوسی بُوسی کو ممکن ہے کہ یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ اس کے باعث دراصل شاہنواز خاں ہیں لیکن ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اس دَوران میں واقعات و اسباب ہی کچھ ایسے پیش آرہے تھے کہ جن کی وجہ سے فرانسیسیوں کا اثر خود بخود کم ہوتا جا رہا تھا۔ جن اسباب سے صلابت جنگ فرانسیسیوں سے بدل ہو رہے تھے اور جن امور کی بنا پر فرانسیسوں کا اثر کم ہو رہا تھا یہ ہیں:۔

(۱) انگریز سرکارانِ شمالی اور مدراس کے علاقہ میں ان کو برابر دباتے چلے جارہے تھے اور موسی بوسی کی تمام توجہ اسی طرف منعطف ہوگئی تھی۔

---

[1] تورک آصفیہ ۶۸

(۲) کرناٹک کے وسیع علاقہ پر فرانسیسی پانچ سال سے منجانب ریاست قابض و متصرف تھے لیکن انھوں نے اس کے متعلق کوئی رقم پیشکش داخل نہیں کی اور بخلاف ان کے محمد علی (حلیف انگریز) نے اس کی بابت سالانہ تیس لاکھ روپے پیشکش اور فرمان کے صدور کے ساتھ ہی بارہ لاکھ روپے نذرانہ دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

(۳) فرانسیسیوں کے مخالفین میں سے ایک شاہنواز خاں مدارالمہام تھے اور دوسرے پرسرام پنڈت (وکیل بالاجی راؤ پیشوا) جو اپنے پیشوا کی خاطر یہ چاہتے تھے کہ صلابت جنگ کی ملازمت میں یہ فوج نہ رہے تاکہ اُن پر خود غلبہ پاسکیں۔ تیسرے جعفر علی خاں تھے۔ جن کی جاگیر سرکاران شمالی میں تھی اور یہ علاقہ بُوسی کو تفویض ہونے کی وجہ سے وہ اپنی جاگیرات سے محروم ہو گئے تھے اور اسی بنا پر وہ ان کے خلاف ہو کر انگریزوں اور مرہٹہ سرداروں سے تعلقات قایم کر رہے تھے اور آخر میں صلابت جنگ کے پاس پہنچکر سپہ سالاریٔ فوج کی خدمت سے سرفرازی پائی اور اس کے بعد فرانسیسیوں کے خلاف بڑے زور سے کارروائی شروع کر دی تھی۔

(۴) فرانسیسی گورنر ڈوپلے جب فرانس واپس ہوا تو گوڈ ہے ہو' اس کا قایم مقام ہوا اس کی اطلاع شاہنواز خاں کو ہوئی تو انھوں نے حیدرآباد کے صُوبہ دار محمد حسین خاں یمین الدولہ کو لکھا کہ:-

"میں اس حیرت میں مُستغرق ہوں جو گورنر بہادر کی واپسی کی اطلاع سے مجھ پر طاری ہوئی ہے اس تغیر و تبدّل سے وہ اپنی وقعت اور اپنا علاقہ کھو دینگے۔ مخفی نہ رہے کہ ہم اس نئے گورنر سے کوئی مفاہمت نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے معاملات سے قطعاً ناواقف ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ فرانسیسی اب طاقت ور نہیں رہے اور انگریز

اُن پر غالب آگئے واضح ہو کہ میں عنقریب انگریز اور محمد علی سے مصالحت کرنے والا ہوں۔"
شاہنواز خاں کو اس خیال کے پیدا ہونے کی وجہ وہ مراسلت ہوی جو ڈوپلے کے تبادلے کے زمانہ میں صلابت جنگ
اور فرانسیسی گورنر کے مابین ہوی اور اس لئے گورنر نے اپنے خط میں اپنی عدم مداخلت کی پالیسی کا صریحی اظہار
کر دیا۔ جس سے متاثر ہو کر صلابت جنگ نے موسیٰ بوسی کو لکھا کہ۔

"...... تمھاری قوم نے اب تک میری مدد کی جو کچھ اس نے میرے خدمات بجالائے
مجھے معلوم ہے میں نے چیاڈوپلے کو کرناٹک کی حکومت دی اور مجھے قوی امید تھی
کہ وہ اپنے اعداء پر کامیابی حاصل کریگا۔ لیکن اب میں بڑے افسوس کے ساتھ اس کی
واپسی کی خبر سُن رہا ہوں میرے ایلچیوں کو جو میری جانب سے اس کے نام کے
خطوط لے گئے تھے نئے گورنر نے کہا ہے کہ "صوبہ دار سے کہو کہ میں اپنے بادشاہ کی
طرف سے یہاں بھیجا گیا ہوں اُس نے مجھے مغلیہ سلطنت میں مداخلت کرنے کی ممانعت
کی ہے اور کہا ہے کہ اس سلطنت کے سربراہ کار ممکنہ طریقہ پر اپنی حفاظت آپ
کر سکتے ہیں" اور ایلچیوں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ قیدی محمد علی کو دیدئے گئے ہیں
اور مراری راؤ اور میسور والے تم کو چھوڑ چکے ہیں ان تمام امور سے یہ ثابت ہے کہ
انگریز تم پر کامل غلبہ پاچکے......"

اس مضمون سے ہی ظاہر ہے کہ اب صلابت جنگ کے دل میں فرانسیسیوں کی کوئی وقعت باقی
نہیں تھی اور وہ اُن سے کسی مدد یا اُن کی کسی خدمت کے متوقع نہیں رہے تھے۔

(۵) ریاست آصفیہ کو پیشوا کی طرف سے بڑا خطرہ تھا انھیں کے حملوں کی مدافعت کی غرض سے

اس کو فرانسیسی فوج کی جیسی ایک مستقل باقاعدہ فوج کی ہمیشہ ضرورت رہتی تھی اسی وجہ سے صلابت جنگ
اس کو علیحدہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ لیکن ساونور کی جنگ میں بالاجی راؤ پیشوا کے ساتھ اتحاد
قایم ہوگیا اور اب اس طرف سے کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا تھا۔

(۶) ساونور کی صلح میں موسی بوسی نے اپنی قوم کی منفعت کی خاطر ریاست آصفیہ کے مفاد پر
کوئی نظر نہیں ڈالی اور اخراجات جنگ تک اس موقع پر اس سے حاصل نہیں کئے اور شرائط پوشیدہ
رکھ کر صلح کرلی۔ جس سے صلابت جنگ کی سوءظنی میں اور اضافہ ہوگیا۔ بہر حال یہ سب امور
ایسے جمع ہوگئے تھے کہ ان کی بناء پر صلابت جنگ موسی بوسی اور اس کی فوج سے متفق و رضامند
نہیں رہ سکتے تھے۔ احکام برطرفی کے بعد فرانسیسی فوج نے مقابلہ کا تہیہ کیا۔ لیکن اسی مقام پر اس
وجہ سے نہیں بگڑی کہ وہاں فوجیں بہت زیادہ تعداد میں جمع تھیں بہت جلد ان کی قسمت کا فیصلہ
ہو سکتا تھا اس لئے وہ پہلے مچھلی بندر کے رُخ پر روانہ ہوے اور اس سمت میں کچھ منازل طے
کرکے اپنا رُخ حیدر آباد کی طرف پھیرا اور وہاں پہنچکر بلدۂ حیدر آباد کے مرکز میں چار محل کو اپنی جولانگاہ قرار دیا
اور اُدھر مچھلی پٹن سے استمداداً اور فوج طلب کرلی۔ دو ڈھائی ماہ کے بعد اعیان و اراکین سلطنت کے
نفاق اور اُن کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاکر موسی بوسی نے اپنے من مانے شرائط پر صلابت جنگ سے
۲۹ ذیقعدہ ۱۱۶۹ھ م ۱۵ اگست ۱۷۵۶ء کو صلح کرلی۔ اراکین سلطنت کے نفاق اور کمزوری کا اظہار
سرسری طور پر صرف غلام علی آزاد بلگرامی نے احوال شاہنوازخاں میں کیا ہے کسی اور مؤرخ نے
اس پر روشنی نہیں ڈالی۔ "واقعات جدا شدن اہل فرنگ" کے مصنف نے اسی موضوع پر اپنی تصنیف
کی بناء رکھنے کے باوجود بھی اس کے متعلق کوئی ذکر کیا ہے اور نہ شرائط صلح کا کوئی مذکور۔ یہ البتہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس صلح میں محمد حسین خان نے بڑی کوشش کی ہے جو صمصام الدولہ شاہنواز خاں کے گہرے دوست تھے لیکن اس کے بعد بھی ان دونوں کی باہمی دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا اس پر سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ مقتضائے وقت کے اعتبار سے شاہنواز خاں نے اندرونی طور پر صلح پر رضامندی ظاہر کی ہو اور خود علانیہ طور پر اُس سے منحرف رہے ہوں معین خاں شوکت جنگ بھی اس صلح سے خوش نہیں تھے کہ بُوسی کا سب سے پہلا حملہ ان کے داماد ابراہیم علیخاں پر ہوا تھا جو ان کی طرف سے حیدرآباد کے نائب تھے بہر حال اس صلح کے بعض شرائط کا ذکر انگریزی بعض تاریخوں میں آتا ہے چنانچہ اورمی کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوسی نے اپنے معاملات کے تصفیہ کے لئے مدارالمہام کے توسل کو ترک دیا اور اس دوران میں جو اخراجات کہ فرانسیسی فوج کو لاحق ہوے تھے اس کی ادائی ریاست آصفیہ کے ذمّہ ہوی۔ مدارالمہام کے توسل کو ترک کر کے موسی بُوسی اپنے تمام معاملات اپنے وکیل حیدر جنگ کے ذریعہ طے کرنے لگا۔ جس سے خود اُس (حیدر جنگ) کے خیالات بلند پروازی کرنے لگ گئے فرانسیسیوں سے صلح ہونے کے بعد نظام علیخاں واحد علیخاں کی آتالیقی میں اپنے متعلقہ صُوبہٴ برار کو روانہ ہو گئے بعض مورّخین یہ کہتے ہیں کہ سادنور کی صلح کے بعد ہی نظام علیخاں اپنے علاقہ کو روانہ ہو گئے تھے۔ اور یہی زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اگر وہ اس کے بعد بھی صلابت جنگ کے ساتھ رہتے تو ممکن نہ تھا کہ چارمحل کی فرانسیسیوں کے مقابل کی جنگ میں ان کا کوئی ذکر نہ آتا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ وہ بااختیار و حکومت کردئے گئے تھے۔ جب انگریزوں نے یہ دیکھا کہ شاہنواز خاں کو فرانسیسیوں کے نکالنے میں کامیابی نہیں ہوی تو خود انھوں نے یہ تہیّہ کیا کہ فرانسیسیوں کو صلابت جنگ سے علٰحدہ کر دیں اور اس غرض کے لئے نواب کرناٹک کے ذریعہ جارج بکٹ (گورنر مدراس) نے

موسیٰ لالی کو یہ لکھوایا کہ تمھاری ہماری باہمی صلح[1] اس امر پر موقوف ہے کہ ایک کا دوست دوسرے کا دوست اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن متصور ہوگا اور ہم بادشاہ مغلیہ کے ساتھ متفق ہیں اور تم صلابت جنگ کے ساتھ جنھوں نے بادشاہ کے خلاف مرضی ناصر جنگ شہید کے بڑے بھائی آصف الدولہ غازی الدینخاں کو جو حضور سلطانی سے نظامت دکن پر مامور ہو کر پہنچے تھے زہر سے ہلاک کر کے بادشاہ سلامت کے خاطر اقدس کو مکدر کر دیا ہے تمھارا ان کے ساتھ متفق رہنا ہمارے صلح نامہ کے منافی ہے تم کو چاہئے کہ اس ریاست دکن سے اپنا تعلق قطع کرلیں اور موسی بُوسی کو پانڈیچری طلب کریں اس کے جواب میں موسی لالی نے لکھا کہ موسی بُوسی ہمارے دست قدرت و علاقہ سے خارج اور اپنی ذات سے ان کی سرکار کا ملازم ہے ممکن نہیں کہ پانڈیچری کے گورنر کے حکم کی تعمیل ہو اس سے مطلع ہو کر نواب کرناٹک کی طرف سے صلابت جنگ کو لکھا گیا کہ اُس فرقہ (فرانسیسیوں) کو ملازم رکھنا جو ظل سُبحانی شہنشاہ مغلیہ کے پسند نہیں اور اُس قوم کو رفیق بنانا جو ان کے بھائی کی قاتل ہے فدویت اور اخویت کے خلاف ہے اس قوم سے احتراز کرنا لازم ہے چنانچہ صاحب تزکِ والاجاہی نے اس رسل و رسائل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :۔

"موسیٰ[2] لیری حارس پھولچری بموجب عرض جارج پگٹ از حضور ارقام پذیرفت کہ بنائے صلح شما با ما برین معنی مؤکد است کہ با مخالفان و موافقان ما مخالف و موافق باشند بسکہ رضائے ما متفق با رضائے بادشاہی و نواب صلابت جنگ خلاف مرضی

---

[1] یہ ۱۷۵۴ء کے معاہدہ کا ذکر ہے جو عہد نامہ پانڈیچری کے نام سے موسوم ہے اور مسٹر سانڈرس اور موسی گوڈیے ہو کے طے کیا تھا

[2] تزک والاجاہی ورق ۱۹۵ ۔

پادشاہ برادر کلاں نواب ناصر جنگ شہید یعنے نواب آصف الدولہ غازی الدین خاں بہادر را کہ از حضور سلطانی بہ نظامت دکن مامور شدہ رسیدہ بود بزہر ہلاک ساختہ، خاطر شاہی را از خود مکدر گردانیدہ۔ لہٰذا بودن تعلق شما با نواب صلابت جنگ خلاف عہد صلحنامۂ ماست باید کہ علاقۂ خود از دکھن بردارند و موسی بوسی را بہ پھولچری طلب نمایند موسی لیری جواب نوشت کہ موسی بوسی خارج از علاقۂ ما بالفعل بالذات نوکر ہماں جاست دریں صورت نمی رسد کہ نوکر حاکم دکھن عمل بر حکم حارس پھولچری نماید حضرت اعلیٰ پس از ملاحظۂ کتابت موصولہ اش بنواب صلابت جنگ نوشت کہ از ارقام موسی لیری معلوم گشت کہ موسی بوسی مع توابع خود نوکر سرکار دکھن گردیدہ بپایۂ اعتماد رسیدہ قومے کہ داشتن از ناپسند ظل سبحانی است بنوکری گزیدن و فرقۂ کہ قاتل برادر گرامی یعنے نواب ناصر جنگ بہادر شہید باشد برفاقت چیدن صلاح حال فدویت و مناسبت مروت اخویت ندارد۔ احتراز از آمیزش ایں قوم واجب شود۔"[1]

لیکن اس مراسلت کا کوئی اثر صلابت جنگ کو نہیں ہوا اس واسطے کہ یہ امر ان کے دل میں اچھی طرح جاگزیں تھا کہ ریاست ان کو انھیں فرانسیسیوں کی بدولت ملی اور اسی بنا پر انھوں نے اس خط کو موسی بوسی کے پاس بھیجدیا جس سے مطلع ہوکر اس نے انگریزی کمپنی یا نواب کرناٹک کو کوئی جواب دینے کے عوض سراج الدولہ ناظم بنگالہ سے انگریزوں کے خلاف سازش شروع کردی۔ بعض مورخین کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس سازش کے دفع دخل کے طور پر انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں نے نظام علی خان سے باہمی مفاہمت

---

[1] تاریخ نظامی صفحہ ۶۷۔

کے لئے ریشہ دوانی شروع کر دی۔ لیکن اب تک نہ اس کا کوئی تحریری داخلہ مل سکا نہ کوئی تفصیلی قلمبند کردہ حالات معلوم ہو سکے۔ اسی وجہ سے ہم یہ تصفیہ نہیں کر سکتے کہ نظام علی خاں نے اس مسئلہ میں کہاں تک انگریزوں کا ساتھ دیا۔ البتہ اس دَوران کے واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ فرانسیسیوں کے مخالف تھے اور یہ چاہتے تھے کہ دربار صلابت جنگ سے بہت جلد ان (فرانسیسیوں) کا قلع قمع ہو جائے اور اس معاملہ میں صلابت جنگ کے مدار المہام شاہنواز خاں باطناً نظام علی خاں کے ساتھ متفق ہو گئے تھے۔

فرانسیسیوں کے خلاف سازش

فرانسیسیوں کے خلاف جو سرگرم کارروائی آغاز ہوی۔ اس کی ابتدا اُس زمانہ سے ہوتی ہے جب کہ صلابت جنگ نے چار محل کے محاصرے کے بعد مُوسی بُوسی سے صلح کر لی کہ اس مصالحت سے فرانسیسی جنرل مہام ریاست میں مطلق العنانی کے ساتھ دخیل ہو کر ذی اختیار اور طاقت ور ہو گیا تھا اور مدار المہام وقت سے بھی اس کے اعزاز زیادہ ہو گئے تھے اور اس طرح فرانسیسی قوم موسی بُوسی کے پردے میں سلطنت کو کمزور اور اس کی جڑوں کو کھوکھلی کر رہی تھی۔ اسی کی امدادی فوج کی تنخواہوں کے بارے خزانہ گولکنڈہ خالی ہو چکا تھا اور اس کے بعد سرکاران شمالی کا ایک وسیع علاقہ اس فوج کی تنخواہوں میں تفویض کر دیا گیا تھا۔ بہر حال ان پیچیدہ واقعات اور سازشی معاملات پر مورخین نے کوئی تفصیلی یا تحقیقی نظر نہیں ڈالی اس زمانہ کے تاریخی ماخذ یا تو فارسی تاریخیں ہیں یا اُس زمانے کی فرانسیسی مکتوبات یا تاریخیں۔ انگریزی مورخین نے فرانسیسی مورخین کی تقلید کی ہے اور فرانسیسی مورخین نے اس خیال کو پیش نظر رکھا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہو۔ جس سے فرانسیسی عہدہ داروں پر کوئی الزام عاید ہو یا ان کی کوئی غلطی پائی جائے اور فارسی مورخین نے صرف ایسے واقعات کا اظہار کیا ہے۔ جس سے اراکین سلطنت کی کوئی فروگذاشت نہیں پائی جاتی اور

فرانسیسی عہدہ داروں کی مداخلت اور چال بازی ظاہر ہوتی ہے اگرچہ یہ بعض انگریز مورخین نے فارسی تواریخ میں سے سیرالمتاخرین سے بھی ان واقعات کا اظہار و استنباط کیا ہے لیکن ہم صمصام الدولہ شاہنواز خاں اور غلام علی آزاد بلگرامی کے مقابلے میں عہد مابعد کے کسی اور فارسی مورخ کو قابل استناد و قابل ذکر تصور نہیں کرتے یہ دونوں مورخ ان واقعات میں بذات خود شریک رہے ہیں اور اس زمانے کی لایق اور قابل وقعت ہستیوں میں تھے اس لئے عجب نہیں جو ان واقعات کا پلاٹ انھیں مشہور و معروف مورخین کے باہمی مشورے پر قایم ہوا ہو اور اسی بناء پر شاید انھوں نے واقعات کے من و عن بیان کرنے میں تاویل و توریہ سے کام لیا ہو بااین ہمہ مورخین مابعد نے اپنی اپنی تواریخ میں ایک حد تک انھیں کی خوشہ چینی کی ہے اور واقعات پر کوئی تنقیدی نظر نہیں ڈالی۔ جس سے اکثر روایات متواتر ہو کر درجہ یقین تک پہنچ گیئں اور بعض مورخین نے اپنی درایت کو کام میں لاکر یہ نتیجہ نکالا کہ اس سازش کے بانی مبانی نظام علی خاں ہیں۔ جنھوں نے حصول سلطنت کے لئے یہ ساری کوشش کی اور اسی لئے انھوں نے واقعات معلومہ کی ترتیب و تفصیل سے تک گریزکی اور آزاد کے کلام سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ حیدر جنگ ہی کی چال تھی۔ جس کا خمیازہ خود اس کو اور شاہنواز خاں کو بھگتنا پڑا۔ اور نظام علیخاں بھی اس سے کچھ متاثر ہوے۔ ہم نے ان سب پر نظر غائر ڈال کر تحقیق واقعات کے بعد یہ استنباط کیا ہے کہ اس زمانہ کے واقعات کئی منصوبوں پر مشتمل تھے۔ ایک منصوبہ تو وہ تھا جو شاہنواز خاں نے فرانسیسیوں کے خلاف قایم کیا۔ دوسرا منصوبہ وہ تھا جو بوسی اور حیدر جنگ نے اپنے استیلاء اور دیوانی کے لئے مرتب کیا۔ لیکن ان کے اس پلاٹ کے دو حصے ہیں ایک تو جارحانہ جو خود نظام علی خاں اور شاہنواز خاں کے خلاف قایم کیا گیا تھا اور دوسرا مدافعانہ جو اُن کے پلاٹ کے دفع دخل کے طور پر تجویز کیا گیا تھا۔

بہر حال اس اجتماع کی وجہ سے واقعات کچھ پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ ہم حتی الامکان ایک مسلسل طریقہ سے اُن کا اظہار کریں گے۔ جس سے تمام منصوبے علی التسلسل اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں گے اور قارئین کو ہر ایک کے عمل اور ردّ عمل سے آسانی کے ساتھ واقفیت ہو جائیگی۔

سب سے پہلے ہم شاہنواز خاں کا ذکر کرتے ہیں کہ پہلے انھیں کا منصوبہ برسر کار آیا ہے وہ فرانسیسیوں کی مخالفت کی بناء پر یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اُن سے قطع تعلق کر لیا جائے انھوں نے دیوان ہوتے ہی اپنی تمام توجہ اسی طرف منعطف کر دی لیکن جب یہ دیکھا کہ صلابت جنگ خود یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ انھیں (فرانسیسیوں) کی بدولت تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہیں تو پھر ممکن نہ تھا کہ اُن کے پاس فرانسیسیوں کے خلاف کوئی چال چل سکتی۔ چنانچہ شاہنواز خاں کے پیشتر لشکر خاں نے بھی بہ حیثیت مدار المہام فرانسیسیوں کے خلاف کوشش کی تھی حتیٰ کہ انگریزی کمپنی کے بعض عہدہ داروں سے اس بارے میں امداد بھی طلب کی لیکن اُس زمانے میں فرانسیسیوں کی قوت گھٹی نہیں تھی جو خطوط کہ لشکر خاں نے انگریزی سردار مسٹر سانڈرس کو طلب امداد میں لکھے تھے فرانسیسیوں نے گرفتار کر لئے اور وہ خفیہ کارروائی قبل از قبل طشت از بام ہو گئی۔ ڈوپلے نے اس کی اطلاع موسیٰ بوسی کو کی۔ جس کی تحریک پر وہ (لشکر خاں) خدمت سے علٰحدہ کر دئے گئے ان کے بعد شاہنواز خاں مدار المہام ہوئے اِس خدمت پر سرفرازی پاتے ہی اُنھوں نے فرانسیسیوں کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مدار المہاموں کا فرانسیسیوں کی وجہ سے کیا نقصان ہوتا تھا جو برسر خلاف تھے؟ علانیہ طور پر تو اس کا جواب یہی ہے کہ صلابت جنگ پر موسیٰ بوسی کا اتنا اثر ہو گیا تھا کہ وہ ایک ادنیٰ سی بات بھی اس کے خلاف نہیں کرنا چاہتے تھے اور اس سے ہر ایک مدار المہام کو اس سوءِ ظن کی گنجایش تھی کہ اگر ان کو

یا ان کی خدمت کو کسی سے خطرہ ہو سکتا ہے تو وہ بُوسی ہے اور یہ ایسی بات تھی کہ جس کی وجہ سے یہی دو
اور بھی جتنے مدار المہام ہوتے اس کے مخالف ہو جاتے۔ بہر حال جب شاہنواز خاں مدار المہام ہوئے تو
انھوں نے یہ مُناسب خیال کیا کہ موسیٰ بُوسی کو نیچا دکھانے کے لئے صلابت جنگ کے بھائیوں (نظام علیخاں
اور بسالت جنگ) کو ذی اقتدار و صاحب حکومت بنا دیا جائے تاکہ ان کی حکومت سے بُوسی کو کوئی خلش
پیدا ہو اور اس اقتدار پانے کی وجہ سے وہ خود شاہنواز خاں کے مؤید ہو جائیں یہ چال ایسی تھی کہ اس سے
تقریبًا ہر وہ شخص جو نظام علی خاں اور بسالت جنگ سے خاص تعلق رکھتا تھا فرانسیسیوں کا مخالف ہو گیا
اور اپنی اس معمولی سی حکمت سے شاہنواز خاں نے ایک بڑا جتّھا اپنے موافق کر لیا۔ حیدرآباد میں صلابت جنگ
سے مصالحت ہونے کے ایک مہینہ بعد مُوسی بوسی اپنے وکیل حیدر جنگ کے ساتھ مچھلی پٹن روانہ ہوا کہ
ادھر کی بدامنی کو فرو کر کے حسب مناسب انتظام و بندوبست کرے اس کی اطلاع پاکر، ابراہیم[1] خاں
گارڈی (جو بوسی کی طرف سے وہاں کا عامل تھا) بہت سارا خزانہ حاصل کر کے پالونچہ کے جنگل میں سے
جاندہ ہوتے ہوئے ایلیچپور پہنچا اور نظام علی خاں کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ لیکن صاحب تاریخ
نظامی لکھتا ہے کہ اس کو نظام علی خاں نے سوا لاکھ روپئے ماہوار پر مع توپخانہ اپنی ملازمت کے لئے
طلب کیا تھا اسی بناء پر وہ بُوسی سے علٰحدہ ہو کر اُن سے جا ملا۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"...... ابراہیم[2] خاں گارڈی را کہ از تربیت کردہ ہائے کلاہ پُوشاں دریں ایام

---

[1] بیر جنگ اس کا خطاب تھا یہ نظام علی خاں سے ایک عرصہ تک متحد رہا حتیٰ کہ نظام علیخاں اورنگ آباد گئے سندکھیڑ کی جنگ میں شریک رہے اس میں اس نے ان کی جانب سے بڑے بڑے کارنمایاں کئے آخر جب اس جنگ کے ختم پر بُوسی اپنے علاقہ سے آگیا تو اسکی امتداد پر ابراہیم خاں کو نظام علیخاں نے اس کے پاس منتقل کر دیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے اس کا ساتھ چھوڑا اور جب حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علی خاں برہان پور روانہ ہوئے تو یہ بھی اپنے توپخانہ کے ساتھ ان کے ہمراہ چلا گیا اور دو سال ان کے ساتھ رہنے کے بعد جب نظام علیخاں نے صلابت جنگ سے حیدرآباد میں مکرر ملاقات کی اور کار روبار ریاست میں دخیل ہوئے تو اس کی بدمزاجی پر اس کو انھوں نے برطرف کر دیا جس کے بعد وہ بالاجی راؤ کے پاس جاکر ملازم ہو گیا وہاں مرہٹوں کے ساتھ پانی پت کی مہم میں شریک رہا اور اسی جنگ میں مارا گیا ۱۲

[2] تاریخ نظامی صفحہ ۶۷۔

بجہاتے چند از آنہا کبیدہ خاطر و دل گراں بود بحضور معلّی (بندگانعالی) طلب نمودہ
با جمعیت شائستہ خوب و توپ خانہ ہائے جہاں آشوب بتقرر یک لک و بست و پنجہزار
روپیہ در ماہہ در سلک ملتزمان رکاب سعادت منسلک فرمودند۔"

اس سے ظاہر ہے کہ بُوسی کی قوت کو توڑنے اپنی طاقت میں اضافہ کرنے اور اپنے آئندہ منصوبے کو صورت
عمل میں لانے کے لئے نظام علی خاں نے ابراہیم خاں کو اپنے پاس طلب کر لیا وہ عین ایسے موقع میں اُن کی
خدمت میں حاضر ہوا کہ اِن دنوں جانوجی بھونسلہ نے دیوگڈھ چاندہ پر متصرف ہو کر شور مچا رکھا تھا اور وہاں
سے ملکِ برار کو تاخت و تاراج کرتا رہتا تھا۔ نظام علی خاں کو اس کی سرتابی کی سزا دینی بھی تھی اور
ابراہیم خاں کا امتحان بھی منظور تھا۔ اسلئے اس مہم میں اس کو شرکت کی اجازت دی۔ اس کی یہ نئی طاقت
اس موقع پر کار آمد ثابت ہوی۔ دو مہینہ کی لڑائی کے بعد اس شرط پر جانوجی سے صلح ہوی کہ اپنے
علاقہ کی آمدنی سے فیصدی ساٹھ روپئے نظام علی خاں کو سالانہ ادا ہوں اور باقی وہ لے۔

نواب نظام علی خان بہادر آصفجاہ ثانی

By Courtesy "Pictorial Hyderabad"

حصولِ اقتدار نظام علیخاں

نظام علی خاں نے ریاست میں جو کچھ اقتدار حاصل کیا وہ شاہنواز خاں صمصام الدولہ کی تدبیر اور منصوبے کا نتیجہ ہے اگرچیکہ کسی فارسی مورخ کے بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شاہنواز خاں نے اس امر میں کوئی حصہ لیا۔ تاہم واقعات کا بغور مطالعہ کرنے اور فارسی مورخین کے کلام کو انگریز مورخین کے بیان کے ساتھ مطابق کرنے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ شاہنواز خاں کو یہ منظور نہیں تھا کہ ریاست میں فرانسیسیوں کا عمل دخل رہے جیسا کہ صلابت جنگ کے عہد حکومت میں تھا اور ساونور کی جنگ میں انھوں نے حتی الامکان یہ کوشش کی تھی کہ صلابت جنگ کی ملازمت سے فرانسیسیوں کو برطرف کردیں لیکن احکام برطرفی کے اجرا کے بعد موسی بوسی نے عدول حکمی اور بغاوت کرکے ریاست میں پھر اپنے قدم جمالئے اور اب پہلے سے زیادہ رئیس وقت کو متاثر کرلیا تھا۔ ایسی صورت میں یہ ممکن نہیں تھا کہ صلابت جنگ اپنے دوران حکومت میں فرانسیسیوں سے کنارہ کش ہوجاتے۔ اسی تصوّر کی بنا پر شاہنواز خاں کو نظام علیخاں سے موافقت پیدا کرنے کا خیال ہوا اور چونکہ ساونور کی جنگ کے بعد فرانسیسیوں کی برطرفی شاہنواز خاں کی تدبیر سے عمل میں آئی تھی۔ اس لئے فرانسیسی سردار موسی بوسی اور اس کے وکیل حیدر جنگ کو اُن کی طرف سے خلش ہوگئی تھی اور گو وہ بظاہر ان سے صاف تھے۔ لیکن باطناً چاہتے یہ تھے کہ اُن سے حکومت منتزع ہوجائے تاکہ اُن (فرانسیسیوں) کی جولانی کے لئے میدان صاف رہے اس غرض کے لئے انھوں نے یہ سوچا کہ ایک ایسی وجہ قایم کی جائے جو قرین عقل ہو۔ اپنی برطرفی کے بعد بوسی نے صلابت جنگ سے جو مقابلہ

کیا تھا۔ اس میں اس نے بڑی سیر چشمی کے ساتھ رُوپیہ صرف کیا تھا اور اسی وجہ سے اس کو اس موقع پر کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی اپنے ذاتی اعتبار پر بیگم بازار کے بڑے بڑے ساہوکاروں سے اُس نے روپیہ قرض لیا تھا اور اس رُوپیہ سے سامان رسد اتنا فراہم کر لیا تھا کہ ایک سال تک کے لئے اس کی فوج اطمینان سے بسر کر سکتی تھی اور اسی رقم سے اُن سپاہیوں کے پسماندوں کو معقول وظائف جاری کر رہا تھا۔ جو اس لڑائی میں کام آرہے تھے اور معذور سپاہیوں کو اسی رقم سے رعایتی وظایف بھی جاری کر دئے۔ بہرحال مصالحت کے بعد اس کو لازم تھا کہ اس رقم قرض کی ادائی کرتا اس لئے اس نے بطور اخراجات جنگ ایک معتدبہ رقم حاصل کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ برطرفی کے احکام کے بعد مقابلہ کرنے میں غلطی مُوسی بوسی کی تھی اس لئے باقاعدہ طور پر صلابت جنگ سے مطالبہ کا اس کو حق نہیں تھا اس بنا پر اُس نے سپاہیوں کے تنخواہ کے مطالبہ کا سوال پیدا کیا۔ چنانچہ بعد مصالحت جب صلابت جنگ بسالت جنگ کو ہمراہ لیکر اورنگ آباد پہنچے تو یہاں صمصام الدولہ پر فوج کی تنخواہوں کی ادائی کا تقاضا ہونے لگا کہ تقریباً بائیس مہینوں کی تنخواہ واجب الادا تھی اگر مدار المہام چاہتے تو وقت واحد میں ادا کر دیتے۔ لیکن ابھی اس کا ادا کرنا اُن کو منظور نہیں تھا اور یہی ان کے منصوبے کی غلطی تھی اگر اس موقع پر رقم مطلوبہ وہ ادا کر دیتے تو بُوسی کو اُن سے کوئی سوءظن ہونے نہیں پاتا اور جو کچھ سوءظن اس کو پیدا ہو چکا تھا وہ اس طریقہ سے رفع ہو جاتا۔ لیکن شاہنواز خاں نے یہ خیال کیا کہ اس رقم کی ادائی سے فرانسیسی فوج مطمئن ہو جائیگی اور مُوسی بوسی بے فکری کے ساتھ اپنے ذہنی منصوبوں کے صورت عمل میں لانے کی کوشش میں لگ جائیگا۔ اِن کی اس غلط خیالی کا خمیازہ خود انھیں کو بھگتنا پڑا جس کا ذکر آئندہ آئیگا

سند کھیڑ کی جنگ اور اس کے اسباب

اس دوران میں یہ اطلاع ملی کہ بالاجی راؤ اورنگ آباد کی سمت میں حملہ کی

غرض سے بڑھ رہے ہیں اور ارمی[1] یہ قیاس پیش کرتا ہے کہ یہ شاہنواز خاں ہی کی چال تھی جو پیشوا بالاجی راؤ کی فوج اُس کے بیٹے وسواس راؤ کے تحت اورنگ آباد کی طرف بڑھی۔ تاکہ فرانسیسوں اور صلابت جنگ کے خلاف ان کے منصوبے کو صُورت عمل میں لانے کے لئے آسانی پیدا ہو اس کی تائید لچھمی نارائن شفیق کے بیان سے بھی ہوتی ہے چنانچہ اُس نے مآثر آصفی[2] کے دوسرے حصّہ میں لکھا ہے کہ صمصام الدّولہ نے مرہٹہ سردار کو اس امر پر آمادہ کیا کہ سلسلۂ منازعت آغاز کرے اور اسی بناء پر مرہٹہ افواج اورنگ آباد کے اطراف میں پہنچکر تاخت و تاراج کرنے لگیں۔ ممکن ہے کہ صمصام الدّولہ نے اپنی گلو خلاصی کے لئے مرہٹوں کو اُکسایا ہو۔ مرہٹوں کے لئے ان کی تحریک اس لئے مغتنمات سے تھی کہ انھیں دنوں ہی مرہٹہ سردار جانوجی بھونسلہ پر نظام علی خاں نے غلبہ پاکر اپنے حسب مراد اس سے مصالحت کی تھی جو مرہٹوں کے مفاد کے خلاف تھی۔ اس لئے دوسرے مرہٹہ سردار اور پیشوا ریاست آصفیہ سے انتقام لینے اور اس مصالحت کو کالعدم کرنے پر آمادہ تھے اس موقع پر بعض انگریز مورخین یہ جو کہتے ہیں کہ نظام علی خاں کو شاہنواز خاں نے طلب کیا تھا صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اگر ان کو حقیقتہً مرہٹوں کی سرکوبی کا خیال ہوتا تو سب سے پہلے وہ اپنے مستقرِ حکومت اور اپنے پاس کی فرانسیسی فوج کی تنخواہوں کو ادا کر کے مقابلے کے لئے تیاری کا حکم دیتے نہ کہ نظام علی خاں کو دور دراز مقام سے طلب کرتے دراصل صلابت جنگ ہی نے بالاجی راؤ کے حملہ کی خبر سُنکر ان کو طلب کیا کہ وہ موسیٰ بوسی کے اورنگ آباد میں نہ رہنے کی وجہ سے اپنے آپ کو بے یار و مددگار تصور کر رہے تھے صاحب تزک آصفیہ[3] کہتا ہے کہ بعض بدخواہوں نے صلابت جنگ کو کچھ غلط باور کر دیا جس پر انھوں نے نظام علی خاں کو اپنا وہاں آنا ملتوی کرنے کے لئے خطوط لکھے لیکن صاحب مآثر آصفی کہتا ہے کہ جب بالاجی راؤ کو یہ اطلاع ملی کہ

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۲۶۷۔ [2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۵۔ [3] تزک آصفیہ صفحہ ۷۷۔

نظام علی خاں علاقۂ برار سے اورنگ آباد کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے ان کے پاس اپنے وکیل بھیجے کہ ان (نظام علی خاں) کو اُدھر متوجہ ہونے سے روکیں لیکن وہ کسی طرح رُکے نہیں۔ برابر بڑھتے آئے اور اورنگ آباد پہنچ گئے۔ اسی دوران میں فوج والوں نے بڑی شدت کے ساتھ شاہ نواز خاں کے بقایائے تنخواہ کے لئے ہنگامہ کیا اور ۶ ذیقعدہ ۱۱۷۱ھ م ۲۳ جولائی ۱۷۵۸ء کو بسالت جنگ کو لیکر صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور معروضہ کیا کہ۔

"شاہنواز خاں[1] کو خدمت سے علیحدہ کردو اور اُن کی جگہ بسالت جنگ کو وکالت مطلق پر مامور کرو۔"

صلابت جنگ نے اُن کی استدعاء کے موافق شاہنواز خاں کو علیحدہ کر کے بسالت جنگ کو ان کا قائم مقام کیا۔ اس کے بعد بلوائیوں نے جمع ہو کر شاہنواز خاں کی ڈیوڑھی پر بڑا ہنگامہ کیا اور چاہتے تھے کہ لوٹ ڈالیں لچھمی نارائن شفیق کا بیان ہے کہ اس ہنگامہ[2] کو فرو کرنے میں ان کے والد منسا رام اور شاہ محمود اور میر غلام علی آزاد نے بڑا حصّہ لیا اور آزاد بلگرامی کہتے ہیں کہ ایسے اسباب ظہور میں آئے کہ شام تک بلوہ موقوف رہا رات میں بلوائی متفرق و منتشر ہو گئے۔ صمصام الدولہ نے یہ سوچا کہ اگر صبح کو پھر یہی صورت پیش آئے تو ان کو اپنے آقا سے مقابل ہو کر جنگ کرنی پڑیگی جو آداب کے خلاف اور ناممکن ہے اور اسی بنا پر وہ اسی رات بلدہ اورنگ آباد سے نکل کر قلعۂ دولت آباد چلے گئے۔ آزاد کے اس بیان سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس ہنگامہ میں صلابت جنگ یا اُن کے معتمد علیہم میں سے کسی کا ہاتھ ضرور تھا ورنہ اپنے آقا سے مقابلہ کا خیال شاہنواز خان کو نہ آتا اور نہ ان کے دولت آباد پہنچکر قلعہ بند ہو جانے

---

[1] مقدمہ مآثر الامرا احوال شاہنواز خاں ۱۲ [2] مآثر آصفی حصہ دوم صفحہ ورق (۴)

کے بعد سرکاری فوج بسالت جنگ کے تحت اُس قلعہ کا محاصرہ کرتی (جیسا کہ من بعد واقع ہوا) اس کے متعلق آزاد بلگرامی بیان کرتے ہیں کہ شجاع الملک بسالت جنگ سے ملاقاتیں کر کے انھوں (آزاد) نے مصالحت کی تحریک کی اور تکمیل شرائط کے لئے وہ (آزاد) قلعہ میں گئے محاصرہ اٹھا دیا گیا لیکن ابھی شرائط صلح کی تکمیل نہیں ہونے پائی تھی کہ نظام علی خاں ایلچپور سے اورنگ آباد تشریف لائے صلابت جنگ سے ملاقات کی اور فتح میدان میں اقامت گزیں ہوئے اور اُن سے یہ ظاہر کیا کہ اس موقع پر فوج کی دُرستی ضروری ہے اگر اس کی تنخواہ ادا شدنی ہے تو میں ادا کر دیتا ہوں بشرطیکہ ریاست کی وکالت مطلق اور مہر نیابت مجھے عنایت ہو انھوں نے اس کو قبول کیا اور نظام علیخاں کو اپنی ولیعہدی سے سرفراز کر کے مہر نیابت بھی مرحمت کی۔

اورمی[1] کہتا ہے کہ نظام علی خاں نے صلابت جنگ کے سپاہیوں کو ان کی بائیس مہینوں کی تنخواہ کے بقایا کے لئے دنگہ فساد کرنے کو اُکسایا جنھوں نے ان کے محل پر پہنچکر ان کی توہین کی۔ اس ہنگامہ میں شاہنواز خاں صلابت جنگ کی خفگی کا اندیشہ کر کے دولت آباد کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے صلابت جنگ روپے کے نہ ہونے سے متفکر ہو گئے تھے نظام علیخاں نے موقع کو غنیمت جانکر اس شرط کے ساتھ فوج کو مطمئن کرنے کی ذمہ داری لی کہ خدمت دیوانی اور مُہر نیابت ان کے تفویض کر دی جائے۔ صلابت جنگ بادل ناخواستہ راضی ہوئے نظام علی خاں مُہر حاصل کر کے شاہی اختیارات استعمال میں لانے لگے یہ ضرور ہے کہ انھوں نے شاہی اختیارات ضرور استعمال کئے چنانچہ حسب بیان گردھاری[2] لال احقر انھوں نے اکثروں کو مُناسب مناصب و خدمات اور خطابات دیئے

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶۔ [2] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۲۳۔

سرفراز کیا لیکن ہم اس جزو سے متفق نہیں ہو سکتے کہ فوج کو نظام علی خاں نے ہنگامہ کرنے کے لئے اُکسایا کیونکہ بائیس مہینوں کی تنخواہ کا چڑھ جانا ہی سپاہیوں کے ہنگامہ کے لئے کافی سے زیادہ تھا نظام علیخاں نے مہر حاصل کرنے کے بعد جہاں اوروں کو خدمات مناصب وخطابات سے سرفراز کیا وہیں اپنے بھائی بسالت جنگ کی جاگیرات میں بھی اضافہ کرکے ان کی دلجوئی کی کہ شاہنواز خاں کے بعد سے اب تک وہ اس خدمت کو بجالا رہے تھے. جس سے وہ ان کے باعث محروم ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں (نظام علیخاں) نے شاہنواز خاں کی استمالت کے لئے غلام علی آزاد کو مامور اور اپنا مافی الضمیر لکھ کر ان کے ذریعہ بھیجا۔ اس کو دیکھ کر اور آزاد کی فہمایش پر وہ حضور میں حاضر ہونے پر آمادہ ہوئے نظام علی خاں نے چند سرداروں کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا آخر صمصام الدولہ شاہنواز خاں غرہ ربیع الاول ۱۱۷۱ھ م ۲ ڈسمبر ۱۷۵۷ء کو قلعہ سے نکلے. پہلے نظام علی خاں سے اور پھر صلابت جنگ سے شرف ملاقات حاصل کیا اس کے بعد مرہٹوں کے مقابلے کی تیاریاں شروع کیں. نظام علی خاں نے ان کو فوج سافہ پر متعین کیا اور بسالت جنگ اور ابراہیم خاں کو مقدمۃ الجیش بنایا اور غلام سید خاں سہراب جنگ کو ہر سمت میں کمک پہنچانے کے لئے مامور کیا لیکن قبل اس کے کہ جنگ شروع ہو مخالفین نے صلابت جنگ کو بھڑکایا کہ اس مہم کو اپنے بھائی (نظام علی خاں) کے اختیار پر نہ چھوڑیں بلکہ وہ خود بھی اس میں شریک ہوں جب صلابت جنگ اس مشورہ پر کاربند ہوتے نظر آئے تو نظام علی خاں نے پہلے سید واحد علی خاں اور پھر غلام سید خاں سہراب جنگ کے ذریعہ ان کے پاس کہلا بھیجا کہ :-

"محض[1] سنی سنائی باتوں پر مجھ سے بدگمان ہو کر امر خطیر کے مرتکب ہو جانا اور اپنے

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۸۰ -

آپ کو تہلکہ میں ڈالنا روا نہیں ہے۔ رئیس کی زبان اپنے قبضۂ اختیار میں ہونی چاہئیے جو بات کہ زبان سے نکلے ایک بار قضاءِ مبرم کی طرح اٹل ہو یہ بد اندیش جو مخالف پھیلا رہے ہیں اس سے اندیشہ ہے کہ ناکامی ہو اور پھر سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ بن نہ پڑے میں نے یہ جو تکلیف برداشت کی ہے آپ ہی کی ریاست کے انتظام کے لئے ہے ورنہ اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔۔۔۔"

اس پر صلابت جنگ نے ان کو رخصت مرحمت فرمائی انھوں نے کمال استقلال کے ساتھ میدان رزم میں قدم رکھا۔ بالاجی راؤ نے اپنے لڑکے وسواس راؤ کو بڑی فوج اور توپ خانہ کے ساتھ جنگ کے لئے آگے روانہ کیا اور خود اس کی کمک کے لئے پیچھے پیچھے رہا راجہ راجیندر راؤ اپنے علاقہ جہالکی سے اورنگ آباد کو آرہے تھے تاکہ صلابت جنگ کی فوج میں شریک ہوں مرہٹہ فوج نے اس کو سندکھیڑ سے آگے بڑھنے نہیں دیا اور ایک مہینہ تک اس کا محاصرہ کئے رہے آخر نظام علیخاں اپنی فوج کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد سندکھیڑ پہنچ گئے اور وہاں سے جادو راؤ کو لیکر دوسرے روز واپس ہو گئے اس روز کی جنگ کی تفصیل ایک مرہٹی خط[1] موسومہ بلونت راؤ میں خوب لکھی ہے چنانچہ اس میں درج ہے کہ

"نواب نے ابراہیم خاں کو حکم دیا کہ مرہٹہ مورچہ پر مسلسل گولہ اندازی کی جائے اس طریقہ سے مغل فوج نے ہماری ساسوڑ کے پاس کی ٹیکری کا مورچہ ہم سے لے لیا اس وقت ہم نے بھی بہت زور شور سے توپیں لگائیں دتوبا کی فوج گاڑدی اور نمبالکر و نیکٹ راؤ سے مقابل ہوے دونوں طرف سے خوب لڑائی ہوئی بہت کشت و خون ہوا۔

---

[1] ڈیپا چیس ریلے ٹنگ ٹو دی بیاٹل آف اودگیر خط نمبر (۱)۔

ہم اور وہ ایک تیر کے فاصلے پر اَڑے کھڑے رہے .... مغلوں کے دو سو گھوڑے
اور سوار زخمی ہوئے اور مرے دو چار سردار جادو راؤ کی طرف کے اور ہنمنت راؤ کے مارے گئے"

صاحب توزک آصفیہ کہتا ہے کہ اس جنگ میں تقریباً تین ہزار سوار اور چار سو سردار کام آئے اگر جانبین کے مقتول کی تعداد کو ایک جگہ جمع کریں تو بھی اس حد تک نہیں پہنچتے۔ نہیں معلوم کہ اس مورخ کا ذریعۂ معلومات کیا ہے۔ توزک آصفیہ کا بیان اِس جنگ کی صلح کے متعلق یہ ہے کہ جنگ میں مرہٹے پسپا ہوئے اور نظام علی خاں نے اُن کا تعاقب کیا اور بالاجی راؤ نے صلح کی درخواست کی لیکن انھوں نے کوئی التفات نہ کی اور آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ دریائے گوداوری کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں نظام علی خاں پر پیشواء نے صلح کے لئے بڑا اثر ڈالا جس پر صلح ہوئی وسواس راؤ نے ۱۷۔ ربیع الاول کو حضور میں آکر ملاقات اور معاہدۂ صلح کی تکمیل کی۔ لیکن اُس خط سے جو دفتر پیشوا سے ہمدست ہوا ہے اور جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلح کی تحریک نظام علی خاں کی طرف سے ہوئی اور جو شرائط کہ طے ہوئے مرہٹوں کے حق میں مفید تھے چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ

"......... اسطرح لڑائی ہوئی اس کے پانچ سات روز بعد نواب کی طرف سے
صلح کا پیغام آیا۔ جس کی تکمیل کے لئے پندرہ روز لگے اس صلح کی رُو سے مغلوں نے
پچیس لاکھ کا علاقہ بطور جاگیر اور نلدرگ کا قلعہ مرہٹوں کو دیدیا۔"

اس صلح کی نسبت صاحب تاریخ نظامی نے یہ لکھا ہے کہ پیشواء کے بیٹے وسواس راؤ کو ایک جاگیر دیگئی اور مرہٹہ ریاست کو منجملہ صوبہ جات دکن ستائیس لاکھ محاصل کا ملک دیا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں
"انجام کار مصالحہ بقرار دادن جاگیر بنام وسواس راؤ قرار یافت و ملک بست و ہفت لک[1] ...

---

[1] تاریخ نظامی صفحہ ۲۷۔

از صوبہ جات دکن بنا بر مصلحت وقت بدست غنیم رفت . . . اما بعون وعنایت یزدانی باز در اندک زمانے ہمیں قدر ملک از غنیم نیز مسترد شدہ بضبط اولیائے دولت قاہرہ در آمد"۱

مچھلی پٹن سے بوسی کی واپسی اور اس کا طرز عمل

سندکھیڑ کی جنگ کے آغاز کے وقت موسی بوسی مچھلی پٹن میں ہی تھا۔ یہاں اس کا قایم مقام ایک ناتجربہ کار عہدہ دار تھا۔ اُس نے یہاں کے منصوبوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اِن واقعات اور جنگ کی اطلاع موسی بوسی کو کردی وہ اس سے مطلع ہوتے ہی راجمندری سے اپنی فوج کے ساتھ اورنگ آباد کو واپس ہوا اس کی رکاب کی فوج پانچسو یورپین پیدل اور دو سو سوار اور پانچ ہزار سپاہی اور دس توپوں پر مشتمل تھی تقریباً چار سو میل کا فاصلہ اکیس روز میں طے کر کے شہر اورنگ آباد کے مغربی سمت میں آ اُترا اور یہ وہ مقام تھا جہاں نظام علی خاں مرہٹوں کا تعاقب کرتے ہوے دریائے گوداوری سے قریب پہنچ گئے تھے اس کی فوج کے آگے چار فوجیں تھیں یعنی (۱) فوج نظام علی خاں (۲) فوج صلابت جنگ جو اِن دنوں نظام علی خاں ہی کے زیر اثر کام کر رہی تھی (۳) فوج بسالت جنگ (۴) فوج مرہٹہ تحت وسواس راؤ۔

جس روز بوسی کی فوج نظام علی خاں کی فوج سے قریب ہوئی ہے اسی روز انھوں نے دریا کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر تبدیل مقام کیا موسی بوسی اور حیدر جنگ نے وہیں پہنچ کر اُن سے ملاقات کی اس کے بعد شاہنواز خاں کے ذریعہ بوسی اور حیدر جنگ نے کہلا بھیجا کہ ابراہیم خاں۱ ہمارے پاس کا عہدہ دار ہے اور اس پر سیکاکول وغیرہ کا حساب کتاب باقی ہے اس لئے اس کو ہمارے

---

۱ توزک آصفیہ صفحہ ۸۲۔

حوالے کر دیجئے۔ نظام علی خاں نے اس وجہ سے کہ وہ ان کی پناہ میں آگیا تھا غالباً ان شرائط پر اس کو حوالے کرنے پر رضامندی ظاہر کی کہ اس پر کوئی سختی نہ کی جائے اور محاسبہ سابقہ معاف کردیا جائے اور مناسب خدمت پر مامور ہو۔ بوسی نے اِن امُور کو قبول کرلیا اور ابراہیم خاں فرانسیسی فوج میں مکرر چلا گیا اور توپ خانہ کی عہدہ داری پر مامُور ہوا۔ ابراہیم خاں کو اپنے پاس طلب کرلینے سے بوسی کی غرض یہ تھی کہ نظام علی خاں کی قوت کو توڑ دے کہ وہ اس جنگ میں اپنی طرف کے فرانسیسی توپخانہ کی کامیابی کو اپنے حسُن خدمات اور اپنی کارگزاری میں شامل کر رہے تھے (جیسا کہ اورمی کہتا ہے)[1] اور اس کو فرانسیسیوں کے حوالے کرنے کی تحریک سے شاہنواز خاں کی غرض یہ تھی کہ بوسی اور حیدر جنگ کے اُس سُوءظن کو رفع کریں جو اِن کی نسبت اُن دونوں کو ہو رہا تھا اور ابراہیم خاں کو فرانسیسی فوج میں واپس کرنے میں نظام علی خاں کی مصلحت یہ تھی کہ اپنا ایک ہوا خواہ بوسی کے پاس رہ کر ان کو اس کے ارادوں سے آگاہ کرتا رہیگا اور وقت ضرورت وہ بعوض اس کے کہ بُوسی کے احکام بجالائے یا اس کیلئے کار آمد ثابت ہو اپنی طرفداری کریگا اور اپنا ساتھ دیگا۔ اس طرح ہر ایک اپنے خیال میں راستی پر تھا۔ بہر حال اس کے بعد بُوسی بالاجی راؤ کے پاس گیا اُس نے ڈیرے سے آگے آکر استقبال کیا اور خیمے کے اندر دونوں مل کر داخل ہوئے اور دیر تک تخلیہ میں سرگرم گفتگو رہے اس ملاقات کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ اس فوج کشی کے متعلق بالاجی راؤ کا خیال معلوم کرے اور بُوسی کو اپنے اس قیاس کی نسبت کوئی ثبوت ملے کہ آیا وسواس راؤ یا بالاجی راؤ شاہنواز خاں کی کسی اندرونی تحریک کی بناء پر تو حملہ آور نہیں ہوئے اس ملاقات کے بعد اس کو یہ یقین ہوگیا کہ شاہنواز خاں نظام علی خاں کی طرفداری کر رہے ہیں اور ان دونوں کا مقصد یہ ہے کہ ریاست آصفیہ سے فرانسیسیوں کو بیدخل کردیں

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶۔

اس بناء پر اس نے حیدر جنگ کے ذریعہ انتظام کیا کہ شاہنواز خاں پر ایسی نگرانی قایم کی جائے کہ وہ نظام علی خاں کو کسی قسم کی امداد یا اطلاع پہنچانے سے باز رہیں۔ اس کے بعد موسی بوسی نے ایک وقت معین کر کے نظام علی خاں سے ملاقات کی اور دوران ملاقات میں اُن سے مہر نیابت کی واپسی کی درخواست کی یہ درخواست اُس نے شاید صلابت جنگ کی جانب سے ہی کی ہو۔ کیونکہ اس کو تو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ لیکن ہم اس میں صلابت جنگ کی ذاتی تحریک یا خواہش کو مطلق دخل نہیں دے سکتے کہ وہ بذات خود کسی امر کے کرنے کی طرف راجع نہیں تھے اور اس صورت میں تو ان کو مطالبہ کی وجہ بھی نہیں تھی اس واسطے کہ کسی جبر یا زیادتی کے بغیر اُنھوں نے مہر نظام علی خاں کو دی تھی اور اس کے عوض انھوں نے سپاہیوں کی تنخواہ کی ادائی کر دی تھی۔ اس مطالبہ پر انھوں نے ذرا گرم ہو کر یہ جواب دیا کہ

"میں اور میرے بھائی بسالت جنگ فوج کے ہنگامے کی بناء پر اس مہر کو اُن سے لینے پر مجبور رہوے اگر ہم فوج کے بقایا تنخواہ کی ادائی کا انتظام نہ کرتے تو فوج باغی ہونے سے نہیں رُک سکتی تھی۔ یہ بڑی ناانصافی ہوگی اگر ہم کو اپنی خرچ کردہ رقم کی وصول یابی کے ذریعہ سے محروم اور اپنے معاملات کی آئندہ تکمیل کے ناقابل کر دیا جائے۔"[1]

یہ جواب سُنکر بوسی واپس ہوگیا اُس کے دوسرے رُوز خود صلابت جنگ نے نظام علیخاں سے ان کی قیام گاہ پر آکر ملاقات کی اور مہر کا مطالبہ کیا ان کو بھی وہی جواب دیا گیا اس موقع پر اورمی لکھتا ہے کہ دوسرے دن نظام علیخاں نے شاہنواز خاں کو طلب کر کے اُن کو، خدا جانے حقیقتہً یا نمایشی طور پر اس امر کی نسبت زجر و توبیخ کی کیونکہ یہ مشورہ انھوں نے ہی دیا تھا کہ فوج کی تنخواہ کی ادائی کی ذمہ داری لیکر مہر حاصل کریں۔

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۳۴۴۔

بسالت جنگ پر بندوق کا فیر

۵۔ جمادی الثانی ۱۱۷۱ھ م ۱۴۔ فروری ۱۷۵۸ء کو بسالت جنگ اپنے ہاتھی پر صلابت جنگ کے محل کے قریب سے گزر رہے تھے کہ مجمع عام میں سے ایک بندوق سر ہوئی اس کی گولی اُن کی عماری کے سقف میں سے نکل گئی بندوق چھوڑنے والا اسی وقت گرفتار کرلیا گیا۔ اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حیدر جنگ[1] اور شاہنواز خاں نے اس کو پانچ ہزار روپئے کے وعدے پر اس غرض کے لئے مامور کیا تھا۔ یہ خبر شدہ شدہ نظام علی خاں کو پہنچی جو اس اندیشہ سے کہ اُن کے بھائی کی جان خطرے میں ہے اپنی فوج کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھ کر شہر پناہ کے دروازے تک آگئے لیکن اس علم کے بعد کہ بسالت جنگ محفوظ و مصئون ہیں شام کو واپس ہوگئے اس واقعہ کے دوسرے دِن بسالت جنگ صلابت جنگ کے دربار میں گئے کھڑے کھڑے گفتگو کی اور مہر نیچے پھینک دی یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہنواز خاں نے نظام علی خاں کی زجر و توبیخ سے اپنے آپ کو متاثر کرکے حیدر جنگ سے یہ ظاہر کیا کہ انھوں نے سپاہ کی تنخواہ میں جو روپیہ دیا ہے اُن کو ادا کردینا چاہئے جس پر حیدر جنگ نے تقریباً آٹھ لاکھ روپئے ان کو ادا کردئے مہر کی واپسی کے بعد حیدر جنگ نے یہ خیال کیا کہ اس کو اپنے قبضہ میں رکھے لیکن علانیہ طور پر تو وہ اس کو حاصل کرنہیں سکتے تھے کیونکہ اس کے دعویدار تین تھے:۔ نظام علی خاں، بسالت جنگ، شاہنواز خاں اور بمقابل حیدر جنگ یہ تینوں ریاست میں ایک خاص اعزاز و رتبہ رکھتے تھے اس لئے اس نے صلابت جنگ سے کہا کہ یہ مہر اور خدمت وکالت مطلق بسالت جنگ کو دیجائے تاکہ اس طریقہ سے ادھر بسالت جنگ خوش ہو کر نظام علی خاں کا ساتھ چھوڑدیں اور ادھر اِن کو زیر بار احسان کرکے ان کی طرف سے خود دخیل کاروبار ہو جائے اور مہر تا وقتیکہ

---

[1] ان دونوں کا نام یہاں اس وجہ سے ایک ساتھ آیا ہے کہ اس زمانے میں یہ دونوں بظاہر متفقہ طور پر کام کر رہے تھے۔

اس کے حسب خواہش بسالت جنگ کو دیدیجائے اس نے اپنے ایک عہدہ دار کے زیر نگرانی ایک مُہر خریطہ میں رکھدی وقت ضرورت مہر اس کے پاس سے لیکر استعمال کی جاتی اور پھر اسی کی تحویل میں دیدی جاتی اب مہر کی واپسی کے بعد سے فوج نظام علی خاں سے علٰحدہ ہوگئی تھی صرف چند مصاحبین اور ثناگر وپیشہ ان کے ساتھ رہ گئے تھے ۔

صُوبہ داری برار سے نظام علیخاں کی علٰحدگی

اس واقعہ کے بعد صلابت جنگ نے اپنے عہدہ داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نظام علی خاں کے پاس ایک فرمان اس امر کی نسبت روانہ کیا کہ وہ برار کی حکومت سے علٰحدہ کئے گئے اور اس کے عوض بیس ہزار روپئے ماہوار سے حیدرآباد کی صوبہ داری پر انکی ماموری عمل میں آئی نظام علی خاں نے اس سے انکار کردیا اہالی فوج میں جب اس حکم کی اشاعت ہوی تو نظام علی خاں کی ہردلعزیزی کے لحاظ سے فوج نے متفقاً یہ شور مچایا کہ "صلابت جنگ جس طرح نظام الملک کے صاحبزادے ہیں اسی طرح نظام علیخاں بھی ایک صاحبزادے ہیں" ۔ بڑے بڑے عہدہ داروں پر اثر ڈالا اور توقعات پر اُن کو لگالیا گیا کہ وہ حصُول حکومت برار میں نظام علیخاں کی مدد کریں اور وہ اس شرط سے راضی ہوے کہ برار کے علاوہ کوئی اور حکومت ان کو دیدی جائے۔ لیکن اس پر اس وقت تک کوئی عمل نہیں کیا گیا جب تک کہ شاہنواز خاں اور قلعۂ دولت آباد کا تصفیہ بوسی کے حسب دلخواہ نہیں ہوا۔

موسیٰ بوسی کا منصوبہ اور اس میں اس کی کامیابی

نظام علیخاں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بوسی کے خیال میں تین امور کی تکمیل لازمی تھی :-

(۱) سب سے پہلے یہ کہ اُن کے تعلقات کو شاہنواز خاں سے منقطع کردیا جائے اور یہ اس وقت تک

ممکن نہ تھا جب تک کہ اُن (شاہنواز خاں) کو نظر بند نہ کریں

(۲) دولت آباد کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے جو شاہنواز خاں کے قبضہ میں تھا اور اورنگ آباد سے نزدیک تھا اس وجہ سے یہ گمان ہوتا تھا کہ نظام علیخاں یا شاہنواز خاں پر اگر کوئی سختی کی جائے تو وہ وہاں پہنچکر اس میں متحصن ہو جائیں گے اور پھر اطمینان کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں گے۔

(۳) نظام علی خاں کو خدمت صوبہ داری سے علیحدہ کر دیا جائے تا کہ ان کی قوت فی الفور گھٹ جائے یا اگر یہ ممکن نہو تو کم سے کم برار سے ان کا تبادلہ کر دیا جائے کہ وہ اپنی اس ہر دلعزیزی سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکیں جو انھوں نے اس علاقہ میں حاصل کر لی تھی۔ اپنے اِن خیالات کی پیش رفت میں بوسی نے یہ پلاٹ قایم کیا کہ شاہنواز خاں اور ان کے طرفدار محمد حسین خاں کو ایک ساتھ قید کر لیا جائے اور اس کے ساتھ قلعہ دولت آباد پر قبضہ بھی کر لیا جائے اور یہ تصور کر لیا گیا کہ اس کے بعد نظام علیخاں برار کی حکومت کو چھوڑنے پر خود آمادہ ہو جائیں گے اور پھر میدانِ حکومت اپنے لئے خالی رہیگا۔ دونوں کو قید کرنے اور دولت آباد پر قبضہ کرنے کی ایک ہی تاریخ مقرر کی گئی چنانچہ ۲۶۔ رجب ۱۱۷۱ھ م ۵۔ اپریل ۱۷۵۸ء کو صلابت جنگ رابعہ دَورانی کے مقبرہ کو تشریف لے گئے اور وہاں شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کو طلب کیا حیدر جنگ نے جو صلابت جنگ کے ساتھ تھا اپنی فوج کے ذریعہ ان کو وہیں گرفتار کر لیا اور اُدھر بوسی اسی تاریخ قلعہ دولت آباد کے بالائی حصہ کے معائنہ اور تفریح کی اجازت قلعدار سے حاصل کر لی تھی جس نے اجازت کے ساتھ اس کو اس روز کھانے کی دعوت بھی دیدی۔ بوسی تین سو فرانسیسی سولجروں کے ہمراہ قلعے کے پائین میں پہنچا۔ جہاں قلعدار نے اپنے قلعہ کے اوپر کے حصہ کی تمام فوج کو بغرض اعزاز و استقبال طلب کر لیا تھا صرف پچاس سپاہیوں کے ساتھ قلعہ دار اوپر کے حصہ میں رہا جہاں اس نے خود مہمان کا

استقبال کیا۔ موسی بُوسی کے ہمراہ اوپر صرف چالیس آدمی گئے جن میں سے اکثر عہدہ دار تھے وہ قلعہ دار کے مکان کے دالان میں داخل ہوا اس کا باڈی گارڈ دروازے پر ٹھیرا رہا قلعہ دار نے اخلاقاً اپنے کسی عہدہ دار یا سپاہی کو اندر داخل ہونے سے باز رکھا اُس نے دسترخوان پر بیٹھنے کی فرمایش کی جس پر موسی بوسی نے قلعہ دار سے کہا کہ :۔

"اپنے معاملات[1] کی ضرورت کے اعتبار سے تم کو قید کرلینا اور قلعہ پر قبضہ حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے میں تمہاری دعوت قبول نہیں کرسکتا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ وعدہ کیا کہ اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائیگا بشرطیکہ اُس سے یا اُس کی فوج سے کوئی مزاحمت نہ کی جائے قلعدار نے مبہوت ہوکر اپنے ہتھیار ڈالدئے اس کے بعد وہ صحن میں لایا گیا۔ جہاں اس کے کہنے پر اس کی فوج والوں نے بھی ہتھیار رکھ دئے مقررہ اشارے پر نیچے کی منزل کے فرانسیسی سپاہی بھی تیار ہو گئے اتنے میں قلعہ دار کی طرف کے آدمیوں نے بھی نیچے پہنچکر واقعہ کا اظہار کردیا بعضوں نے قلعہ دار کی طرفداری میں مقابلہ کیا دو تین آدمی مارے جانے پر جھگڑا ختم ہوگیا اور قلعہ کی فوج نے راہِ فرار اختیار کی۔

یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ جب تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ دولت آباد کی قلعداری پر ان دنوں شاہنواز خاں کا کوئی طرفدار مامور تھا تو کیا یہ شیوۂ طرفداری ہے کہ اپنے سرپرست (شاہنواز خاں) کے مشورے یا اطلاع کے بغیر اس کے مخالف (بوُسی) کو ایسے شورش کے زمانے میں قلعہ کے سیر یا معائنہ کی اجازت دیدے اور اجازت ہی نہیں بلکہ اس موقع پر اس کو کھانے کی دعوت بھی دے تاکہ اس سے

---

[1] اورمی جلد ۴ صفحہ ۳۴۶۔

بالمشافہ ملنے اور اس کے بعد کسی مقابلے کے بغیر اُس (بوسی) کے ہاتھوں گرفتار ہوجانے اور قلعہ کو اس کے سپرد کردینے کا مناسب موقع ہاتھ آئے اور خود مُوردِ الزام نہ ہو یہ بالکل یقینی امر ہے کہ قلعدار کو بوسی نے اپنا بنالیا تھا اور یہی اورمی کا خیال ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ۔

"بوسی[1] نے حیدر جنگ کو اس غرض کے لئے مامور کیا تھا کہ دولت آباد کے قلعدار کو فراہم کرے جو کچھ مخالفت اور حجت کے بعد آخر ایک معتد بہ رقم کے وصول پانے اور معقول خدمت کے لالچ پر اُن (شاہنواز خاں) کی جنبہ داری سے باز آنے پر آمادہ ہو گیا۔"

اُورمی کے اس بیان سے یہ امر اچھی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کی گرفتاری کے لئے بوسی نے قلعدار کو اپنا کرلیا تھا اور اسی وجہ سے اُس نے قلعہ میں فرانسیسیوں کو داخل ہونے میں کوئی مزاحمت نہیں کی اور نہ اس کی کوئی اطلاع شاہنواز خاں کو دی۔ قلعہ دولت آباد کے انتزاع قبضہ اور ان گرفتاریوں سے نظام علیخاں متاثر تو ہوئے لیکن انھوں نے ظاہر یہ کیا کہ "قلعۂ دولت آباد کا قبضہ ہمارے مفاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے"۔ ان کا یہ خیال اب بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس حکومت پر قابو پائیں جو اورنگ آباد اور خود دولت آباد پر قایم تھی۔

اس زمانے میں بالاجی راؤ شہر اورنگ آباد سے پچاس میل پر تھا قلعہ دولت آباد پر بوسی کے قبضہ کی اطلاع ملتے ہی وہ آگے بڑھا اور صلابت جنگ کی فوج سے قریب تر ہوگیا اور قلعہ دولت آباد کے حصول کے لئے بوسی سے ملاقات کی اور کہا کہ:۔

---

[1] اورمی جلد ۳ صفحہ ۳۴۵۔

"تم یورپین[1] لوگوں کو اس قلعہ کے قبضہ سے جو ہندوستان کے مرکز میں واقع ہے کوئی فائدہ نہیں
اگر تم اپنی ہی فوج سے اس کی حفاظت کروگے تو ہر اس وقت جبکہ تم اورنگ آباد کی
قربت چھوڑوگے تمہاری فوجی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو کر کمزور ہو جایا کریگی اور اگر
اس کو تم صلابت جنگ کے قبضہ اختیار میں چھوڑو گے تو اُن کے دشمن خود تمہارے
دشمن ہیں وہ اُس پر قبضہ کرلیں گے جیسا کہ اب سے قبل شاہنواز خاں نے کیا۔ کیا
یہ اچھا نہیں ہوگا کہ تم اس کو میرے حوالے کردو؟ اگر میں اس کو تمہارے ذریعے سے
حاصل کروں تو تم مجھ سے واقف ہو کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں وہ جھگڑے
جو صلابت جنگ کے دربار میں پھیلے ہوئے ہیں اور تمہارے سرکاران شمالی کا موقع
اور وہ جنگ جس میں تم کرناٹک میں انگریزوں کے ساتھ مصروف ہو مجھے موقع دیں گے
کہ میں تمہاری قوم کی کوئی مدد کروں ......"

بُوسی نے اس کا یہ جواب دیا کہ :۔

"دولت آباد کا قلعہ حاصل کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ بوقت جنگ یا مخالفت
صلابت جنگ کی ذات کی حفاظت کے لئے کوئی مناسب مقام رہے۔"

یہ جواب ایسا تھا کہ اس کے بعد بالاجی راؤ کو موقع ہی باقی نہیں رہا کہ بوسی کی قوم کی بہی خواہی کرے
یا خود بوسی کی صلاح و فلاح کو پیش کرے اس جواب پر پیشوا ساکت ہو گیا۔
اورمی یہ کہتا ہے کہ نظام علیخاں اس قلعہ کی واپسی کے لئے ساعی تھے اور اسی لئے انہوں نے

---

[1] اورمی جلد ۲ صفحہ ۳۴۷۔

بالاجی راؤ سے یہ کہہ کر امداد طلب کی تھی کہ اگر قلعۂ دولت آباد اس کی مدد سے اُن کو مل جائے تو
اس قلعہ کو اس کے حوالے کردیں گے جس پر اُس نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ لیکن ہم اورمی کے اس
خیال سے اس لئے متفق نہیں ہوسکتے کہ ان کا مطمح نظر قلعۂ دولت آباد نہیں تھا بلکہ ان کا خیال پہلے،
فرانسیسیوں کو نکال باہر کرنے اور پھر حکومت میں دست رس حاصل کرنے کا تھا اور اس سے ان کا یہ
خیال پورا نہیں ہوسکتا تھا اور اگر ہم اس کو تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیں تو ہم یہ باور نہیں کرتے
کہ جس قلعہ کو حاصل کرنا نظام علیخاں اپنے اغراض کے تحت ضروری تصوّر کرتے ہوں اور بالاجی راؤ
سے جس کے لئے امداد چاہیں اسی کی نسبت اُس سے یہ وعدہ بھی کریں کہ اس کو حاصل کرنے پر وہ
اسی کو دیدیا جائیگا۔ اس حصول سے نہ کچھ حاصل نہ اس دینے کا کوئی نتیجہ البتہ فرانسیسیوں ہی کے
قبضہ میں رہنے سے ان کو توقع ہوسکتی تھی کہ جب کبھی موقع ملیگا اس کو اُن سے حاصل کرلیا جائیگا
اور بالاجی راؤ نے اس کے حصول کے لئے بوسی سے جو ریشہ دوانی کی تھی اس سے یہی معلوم ہوتا ہے
کہ اس کو اس امر کی توقع نہیں تھی کہ یہ قلعہ نظام علیخاں سے اس کو مل سکیگا اور یہ خیال کیا کہ بوسی
اس کی اہمیت سے واقف نہیں ہوگا ذراسی کوشش میں اس کو دیدیگا لیکن اسکا یہ خیال غلط ثابت ہوا
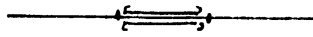
تدبیر نظام علیخاں

موسیٰ بوسی کو اس کے منصوبوں پر یہاں تک کامیابی ہونے کے بعد نظام علی خاں کو لازم تھا
کہ اس کے ساتھ متفق ہو جانے کا اظہار کریں چنانچہ انھوں نے اِسی غرض سے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ صلابت جنگ
اور حیدر جنگ کے منشاء پر کاربند رہیں گے اور بظاہر مطمئن بن گئے۔ صاحب تزک والا جاہی کہتا ہے
کہ اِن دنوں صلابت جنگ اپنے بھائیوں (نظام علی خاں اور بسالت جنگ) سے علیحدہ کر دیے گئے
تھے اور حیدر جنگ نے معاملات ریاست میں اتنا دخل پیدا کیا تھا کہ اس کی بلا علم و اطلاع صلابت جنگ
کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے کسی بھائی سے مل نہیں سکتے تھے اور نظام علی خاں کے پاس سے
ان کی فوج کو علیحدہ کر کے ان کی قوت کو توڑ دیا گیا تھا اس زمانہ میں صلابت جنگ کی حالت کے متعلق ہی،
مورخ یہ لکھتا ہے کہ اپنے[1] بھائیوں کی جدائی کی وجہ سے ایک روز وہ اتنے متاثر ہوے کہ رونے لگ گئے
اور اُن کی یاد میں ایک دن اور ایک رات غذا نہیں کھائی اور اپنے بھائیوں سے ملنے اور ان کے
ساتھ کھانا کھانے کی خواہش حیدر جنگ سے ظاہر کی جس پر اس نے ان کو ان کے پاس آنے کی
اجازت دی جن کے آنے کے بعد پُر دلی کے ساتھ اُن سے ملاقات کی اور ہمطعام ہوے۔ نظام علیخاں نے
اسی موقع پر حیدر آباد کی صُوبہ داری کی خلعت پائی۔ اس کے بعد ہی وہ اپنے مستقر (حیدر آباد) کو جانے
کی تیاریاں کرنے لگے۔ ۳ر رمضان ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۱ر مئی ۱۷۵۸ء حیدر آباد کو روانہ ہونے کی تاریخ ٹھیر دی

---

[1] تو زک والاجاہی ورق ۱۹۴۔

صلابت جنگ ان کے جانے نہ جانے کا کوئی خیال نہ کرکے اس تاریخ سے دو روز قبل اپنے والد کے فاتحہ کیلئے خلد آباد تشریف لے گئے۔

بوسی کے دیوان حیدر جنگ کا قتل

نظام علیخاں نے اپنی روانگی کے روز صبح کے وقت ایک دربار منعقد کیا تاکہ ریاست کے خاص خاص عہدہ دار و اراکین سے رخصت ہوں ان میں حیدر جنگ بھی موجود تھے جن کے ساتھ وہ خاص اعزاز کے ساتھ پیش آئے جب دربار برخاست ہوا تو انھوں نے حیدر جنگ اور اپنے بعض خاص عہدہ داروں کو اشارہ کیا کہ اپنے خیمے کے اندر داخل ہوں جہاں کچھ دیر تک عام معاملات پر بحث ہوتی رہی یہاں تک کہ نظام علیخاں رفع حاجت کی غرض سے اٹھے اور حیدر جنگ کو ٹھیرنے کے لئے ہاتھ کا اشارہ کیا اور وہ ڈیرے کے پچھلے حصہ میں جس پر پردہ پڑا ہوا تھا چلے گئے حیدر جنگ بغرض تعظیم اُٹھ رہے تھے کہ دو عہدہ داروں نے جو ان کے دو بازووں پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے کاندھے پکڑ کر ان کو جھکا دیا اور ایک شخص نے اپنا خنجر حیدر جنگ کے دل میں اُتار دیا اس کے ساتھ ہی ان کی رُوح پرواز ہوگئی۔ صاحب توزک آصفیہ اس واقعہ قتل کے متعلق یہ لکھتا ہے کہ نظام علی نے اپنے امراء میں سے ان کو جنھیں حیدر جنگ خود اپنی رفاقت میں لینا چاہتے تھے اس کے سپُرد کرکے کہا کہ "یہ میرے مونس اور فدویان جان نثار تھے اب ان کو میں تمھارے سپُرد کرتا ہوں" اور اس کے بعد بیت الخلاء کی غرض سے روانہ ہوئے۔ سہراب جنگ نے ان کے آگے آکر کہا کہ ہم تمام خاندان آصفی کے جان نثار فدوی ہیں اور ایک عرصہ تک مطیع و منقاد رہ کر ان مناصب کو پہنچے اب کون والا گھر ایسا ہے جس کے اثر اور رفاقت میں ہم اس کے تنزل و ادبار پر اپنی جان کا

ایثار کریں ایسے شخص کی صحبت میں رہنا جس سے سوائے شر اور فساد کے کوئی اور نتیجہ نہ نکلے عقل دور بیں کے خلاف ہے تیری کیا مجال ہے کہ ریاست آصفی میں دخل دے اور خاندان آصفیہ کے جاں نثاروں کو اپنا محتاج و دست نگر بنائے اس کلام سے حیدر جنگ غصہ ہوا، اور چاہتا تھا کہ اس کے جواب میں کچھ تند کلامی کرے کہ اتنے میں قمقام جنگ نے پیچھے سے اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں دیکر شکنجہ کردیا اور اُس کی ایک طرف سے زبردست خاں اور دوسری طرف سے شہسوار جنگ نے دو جمدھر ایسے لگائے کہ ان کی رُوح پرواز ہوگئی اور ساتھ ہی سہراب جنگ نے ایک وار تلوار کا سَر پر لگایا جس سے سر کٹ کر مغز نکل گیا۔ صاحب توزک آصفیہ نے اس واقعہ کو مآثر آصفی سے نقل کیا ہے لیکن صاحب مآثر آصفی نہ ابتدائے تکرار و بحث میں سہراب جنگ کا نام لیتا ہے اور نہ آخر واقعہ قتل میں۔ البتہ زبردست خاں و شہسوار جنگ کے جمدھر رسید کرنے کے بعد وہ بیان کرتا ہے کہ راجہ[1] پرتاب ونت نے ایک وار شمشیر کا اس کے سر پر ایسا لگایا کہ مغز نکل آیا۔ یہ ممکن ہے کہ ابتدائے مناقشہ سہراب جنگ نے کی اور ختم حجت راجہ پرتاب ونت نے۔

برہان پور کو نظام علیخاں کی روانگی

حیدر جنگ کا کام تمام ہوتے ہی ان کی لاش کو چاندنی میں لپیٹ کر ڈالدیا گیا اور خیمے کے سراچہ کو چاک کر کے نظام علیخاں اور ان کے معدودے چند ہمراہی باہر نکلے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر راجہ رامچند کی فوج کے پڑاؤ کی طرف نکل گئے۔ جب گھوڑے آگے بڑھے تو حیدر جنگ کی باڈی گارڈ کو واقعہ کا علم ہوا اس نے نظام علیخاں کا تعاقب کیا اور ان پر بندوق کی شلک لگائی مگر سب آوازیں ہوا میں اُڑ گئیں کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۱۰۔

صاحب گلزار آصفیہ لکھتا ہے کہ اس واقعہ کا چشم دید حال اُس نے اپنے والد کے ایک قدیم رفیق حیات خاں نامی سے سُنا ہے جس نے بیان کیا کہ

"حیدر[1] جنگ کے قتل کے بعد جب نظام علیخاں اپنے رفقا کے ساتھ خیمہ سے برآمد ہو کر بازار لشکر میں نکلے تو میں بھی اس وقت بازار میں کھڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ موسیٰ بوسی کے جوانان بارسے پانسو جو ہمیشہ حیدر جنگ کی سواری میں رہتے تھے نظام علیخاں کی سواری کے پیچھے دوڑے اور اُن کی طرف بندوقوں کی شلک سر کی ایک بندوق کی گولی سے نظام علیخاں کی دستار کا فقط طرّہ اڑ گیا نہ دستار کو کوئی اثر ہوا اور نہ خود اُن کو کوئی آسیب پہنچا۔"

تاریخ ریاست حیدرآباد دکن کے مؤلف نے اس واقعہ کو صاحب گلزار آصفیہ کے والد کے ساتھ منسوب کر کے لکھا ہے کہ

"گلزار[2] آصفیہ کا مؤلف لکھتا ہے کہ اس وقت میرے باپ بازار میں کھڑے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ پلٹن والوں نے بازار میں پہنچکر نظام علیخاں کے بازار کی طرف بندوقوں کی باڑھ ماری لیکن ان کے کوئی گولی نہ لگی تمام گولیاں بادِ ہوائی گئیں۔"

مؤلف موصوف نے گلزار آصفیہ کا ترجمہ کرنے میں سخت غلطی کی ہے گلزار آصفیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"حیات خاں نامی مرد کامل العقل رفیق قدیم والد مؤلف کہ عمر قریب صد سال داشت اکثر بعاصی نقل می کردند۔"

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۷۳، [2] تاریخ ریاست حیدرآباد دکن صفحہ ۲۸۰۔

اس سے ظاہر ہے کہ نقل کرنے والے صاحب گلزار آصفیہ کے والد نہیں بلکہ ان کے والد کے ایک قدیم دوست تھے مورخین کو چاہئے کہ کسی واقعہ کو بیان کرنے یا اس کا کوئی ترجمہ پبلک میں پیش کرنے سے پہلے واقعہ کو ممکنہ طریقہ پر اچھی طرح جانچ لیں تاکہ ایسی کوئی فاش غلطی نہ ہونے پائے۔

بُوسی کو حیدر جنگ کے قتل کی اطلاع ملتے ہی اُس نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اس کی فوج کے ساتھ جعفر علی خاں بھی آملے جو صلابت جنگ کی فوج کے سپہ سالار تھے اس فوج کا ایک حصہ صلابت جنگ کی حفاظت کی غرض سے ان کی طرف روانہ ہوا اور ایک اور دستہ شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کی طرف بھیجا گیا کہ وہ ان کو بُوسی کے پاس لائے تاکہ نظام علی خاں اُن کو رہا کرنے نہ پائیں فرانسیسی فوج کا یہ دستہ شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کے ڈیروں میں داخل ہونا چاہتا تھا اور صلابت جنگ کی فوج ان کو روکتی تھی اس ہنگامہ میں شاہنواز خاں اور اُن کا ایک لڑکا اور محمد حسین خاں مارے گئے۔

صاحب توزک آصفیہ کہتے ہیں کہ عہدہ دار[1] فرانسیسی موسی بوسی کے حکم پر اس کے ترجمان لچھمنا نے اُن تینوں کو بندوق سے ہلاک کر دیا اور یہی زیادہ صحیح ہے جس ہنگامہ کی طرف مورخین نے اشارہ کیا ہی نمایشی معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اس ہنگامہ میں انھیں اشخاص کا مارا جانا جن کا ہلاک ہونا بوسی کو مقصود تھا اس امر کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اس شورش میں بناوٹ تھی تاکہ ان لوگوں کے قتل کی نسبت بادی النظر میں کوئی سُوء ظن پیدا نہ ہو۔ اس ہنگامہ سے قطع نظر کر کے ہم اگر دیکھیں تو اس امر سے بھی شاہنواز خاں اور محمد حسین خاں کو نشانۂ بندوق بنانے کے لئے حکم دینے کا ثبوت ملتا ہے کہ جس نے ان کو مارا ہے وہ فرانسیسی فوج کے اس دستہ میں موجود تھا جو نظام علی خاں کے تعاقب میں بھیجی گئی تھی

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۹۱۔

اور جب اس فوج کو نظام علی خاں نے اپنا بنا لیا تو لچھمنا (جس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا) نے وہاں سے الگ ہو کر بوسی کو اس کی اطلاع کی کہ وہ فوج اُس سے فرنٹ ہو کر نظام علیخاں سے مل گئی ہے اب اُن کا ہاتھ آنا یا تعاقب کرنا مشکل ہو گیا ہے اور عجب نہیں جو اسی اطلاع کی بنا پر بوسی نے اسی اطلاع دہندہ کو اس غرض کے لئے مامور کیا ہو۔ صاحب تاریخ ظفرہ یہ لکھتا ہے کہ موسیٰ[1] بوسی کو حیدر جنگ کے قتل کی اطلاع ملتے ہی اُس نے اپنی ٹوپی زمین پر دے ماری اور لچھمنا کو حکم دیا کہ حیدر جنگ کے انتقام میں شاہنواز خاں اور اُن کے بیٹے عبد النبی خاں اور میر محمد حسین خاں کو مار ڈالے۔ چنانچہ اُس نے اسی وقت ان تینوں کو طپنچہ سے مار ڈالا۔ بہرحال یہ امر ثابت ہے کہ اُن کو مار ڈالنے کا بوسی نے حکم دیا۔

حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علی خاں کی روانگی

انگریز مورخین کہتے ہیں کہ حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علی خاں شاہنواز خاں کے شہید ہونے تک اورنگ آباد ہی میں ٹھہرے رہے۔ کہتے ہیں کہ شاہنواز خاں کی شہادت کی اطلاع نظام علی خاں کو آدھی رات کو ہوئی، اور اُنھوں نے اُسی وقت اپنے منتخب سواروں کے ساتھ بُرہان پور کی راہ لی جو اورنگ آباد سے ڈیڑھ سو میل ہے اور چھبیس گھنٹوں میں وہاں پہنچ گئے اس رفتار پر انگریز مورخین حیرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قریباً ناممکن ہے لیکن ہمارے مورخین کے بیان سے یہ امر ثابت نہیں کہ وہ برہان پور چھبیس گھنٹے میں پہنچے۔ صاحب توزک آصفیہ کہتے ہیں کہ وہ حیدر[2] جنگ کے قتل کے بعد ہی اپنی قیام گاہ سے اپنے رفقاء کے ساتھ نکل گئے اور جب ان پر شلک چھوڑی گئی تو ایک پشتہ پر پہنچکر انھوں نے بان سے اس کا جواب دیا جس پر تعاقب کرنے والی فوج رُک گئی اور بندگان عالی سیدھا را مچندر کے لشکر میں جا پہنچے وہاں کچھ توقف کیا۔ اور

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۳۴۔ [2] توزک آصفیہ صفحہ ۹۱۔

وفادار خاں کو جو عین روانگی کے وقت چند خریطے اشرفیوں کے لیکر ہمراہ رکاب ہو گئے تھے راجچندر کے پاس بھیجا کہ قرارداده عہد و پیماں کے بموجب رفاقت بجالائے اس کو خود ان کا ساتھ دینے میں مصلحت معلوم ہوی۔ اس لئے اُن[1] کے ہمراہ دو تین سو سوار کر دئے بوسی نے ابراہیم خاں کو اس کے توپخانہ کے ساتھ اس غرض کے لئے مامور کیا تھا کہ کسی صورت نظام علیخاں کو آگے کی طرف بڑھنے نہ دے، جدھر سے وہ نکلنا چاہیں ان کا سدِ راہ ہو بوسی کے اس حکم کی تعمیل میں وہ اپنی جمعیت کے ساتھ راستے میں آاُترا تھا اور بوسی کے ترجمان لچھمنا کو آگے بھیجکر حکم دیا تھا کہ نظام علیخاں کا راستہ روک رکھے۔ بندگانعالی کی طرف سے وفادار خاں اُس کے پاس پہنچ گئے لچھمنا نے راستہ دیدیا وہ ابراہیم خاں کے پاس پہنچے اور نظام علیخاں کا کوئی پیام پہنچایا جس پر وہ معہ اپنے تمام توپخانہ کے کر ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ فرانسیسی توپخانہ کے بیل جو چراگاہ میں تھے اپنے ساتھ لے لئے جس سے فرانسیسی توپخانہ نقل مقام کے قابل نہ رہا۔ ابراہیم خاں کو ہمراہ لیکر نظام علیخاں آگے روانہ ہوئے اُس روز چکل ٹھانہ میں قیام ہوا جو اورنگ آباد سے کمابیش دس بارہ میل ہے حیدر جنگ کے قتل کے ساتھ ہی یا اس کے بعد اسی شب میں یا اس کے دوسرے روز صبح میں نظام علیخاں کے اورنگ آباد سے نکلنے کی نسبت مورخین کے باہمی اختلاف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دنوں شہر اورنگ آباد کی آبادی تقریباً چکل ٹھانہ تک پھیلی ہوی تھی اور اس دوران میں سندکھیڑ کی جنگ کی وجہ سے جو اطراف کے عاملوں کی فوجیں آئی ہوی تھیں اُن سے تو اس کی آبادی اور بھی زیادہ دور تک ہو گئی تھی اس پر سے خیال یہ ہوتا ہے کہ واردات کے ساتھ ہی وہ چکل ٹھانہ چلے گئے اور جب ان کو شب میں

---

[1] مآثر آصفی جلد دوم ورق (۱۰۰)۔

شاہنواز خاں کے قتل کی اطلاع ملی تو وہاں سے وہ علی الصبّاح برہان پُور کی طرف نکل گئے اور خاندیس کے علاقہ سے ہوتے ہوئے ۱۳۔ رمضان المبارک ۱۱۷۱ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۷۵۸ء کو برہان پور پہنچے ۔ صاحب داستان نظام علیخاں بیان کرتا ہے کہ انھوں نے اُسی روز اورنگ آباد سے نکل کر پھوُلمری میں مقام کیا جو اورنگ آباد کے شمال مغرب میں واقع ہے اور وہاں سے ؎

شتابی اجنٹے کا اُترے ہیں گھاٹ
سُو جلدی لگے کاٹنے راہ باٹ

اورنگ آباد سے برہان پور جانے کے لئے نزدیک ترین راہ یہی ہوسکتی تھی اس لئے صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ نظام علیخاں نے یہی راستہ اختیار کیا اسی شاعر نے تیزروی پر لکھا ہے کہ پھولمری سے بُرہان پُور دس روز کا راستہ ہے لیکن اُنھوں نے چھ ہی روز میں اس کو طے کیا چنانچہ کہتا ہے ؎

تھی دس روز کی راہ چھ دن گئے
چھٹے روز بُرہان پورُ آملے

اس کا اعتبار کیا جائے تو دسویں رمضان کو برہان پوُر پہنچنا قابل تسلیم ہے بہرحال وہاں پہنچکر انھوں نے عالم آرا بیگم کے باغ کی بال امرائی میں نزول اجلال فرمایا پہلے وہاں کے بزرگان دین کے مقابر کی زیارت کی اس کے بعد وہاں کے مشایخ و علمائے موجودہ سے ملاقات فرمائی قلت خزانہ کے باعث متفکر تھے اور ساکنین بلدہ پر مصادرہ کے جاری کرنے کی تجویز فرمائی چنانچہ محمد انور خاں قطب الدولہ، شیخ شمس الدین، شیخ عبداللہ اور حافظ محمد حفیظ اللہ نے

معقول رقمیں داخل کیں۔ صاحب تاریخ ظفرہ کہتا ہے کہ راجہ وٹھل[1] داس کی صلاح سے بندگانعالی نے وہاں کے صوبہ دار محمد انور خاں کو قید کیا اور اس سے خزانہ حاصل کیا۔ اگر اس کا اعتبار کیا جائے تو کچھ نامناسب بھی نہیں ممکن ہے کہ محمد انور خاں نے صلابت جنگ کی طرفداری میں رقم داخل کرنے سے گریز کی ہو۔

بہرحال نظام علیخاں عید تک یہیں مقیم رہے۔ عیدگاہ میں نماز عید بڑی طمطراق سے ادا فرمائی نماز و خطبہ سے فارغ ہو کر انتظامات کی طرف متوجہ ہوئے۔ میر علی اکبر کو چار ہزاری منصب اور خطاب خانی بہادری مع طبل و علم سے سرفراز کیا اور ان کے بیٹے صدر الدین خان کو اپنے باپ کی نیابت کی منظوری عطا کی اور حشمت جنگ اور ان کے بیٹے کو نظامت بلدہ برہان پور پر اور محمد بہادر خاں کو داروغگی عدالت سے سرفراز کیا اسی طرح اوروں کو بھی لائقہ مناصب مرحمت ہوئے۔

نظام علی خاں کا محل اولی

اس کے بعد یہاں ایک بڑا جشن ترتیب دیا گیا۔ جس میں کئی روز تک رقص و سرود کی محفلیں گرم رہیں خصوصاً وہاں کی ایک طوائف مسماۃ سجانی کا ناچ بندگان عالی بہت دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے رہے اسی دوران میں اسلم خاں صوبہ دار برہان پور نے خواجم قلی خاں[2] کی چھوٹی لڑکی

---

[2] خواجم قلی خاں ندربے کے فرزند ہیں جو توران کے سرداروں سے تھے اور بہ سبیل سفارت عالمگیر کے پاس توران سے آئے تھے ان کی شیر خوارگی کے ایام میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور یہ (خواجم قلی خاں) اپنے بھائی بیگلر بیگی خاں قلعہ دار مانڈو کے زیر پرورش رہے ۱۱۳۶ھ میں آصف جاہ اول دکن آئے تو راستہ میں ان کو (خواجم قلی خاں) کہ قلعدار دھار اور فوجدار مالوہ تھے اپنے ہمراہ لے لیا اور ان کی جگہ ابوالخیر خاں (مورث صاحبان پائیگاہ) کو دھار اور مالوہ پر چھوڑا اور مبارز خاں کی جنگ کے بعد صوبہ برہان پور سے جاگیر کی سرفرازی پائی اور سرکار گھرکھون صوبہ خاندیس کی فوجداری سے سربلند ہوئے ناصر جنگ کے عہد میں نظامت برار پر مامور ہوئے اور پھر چند ماہ بعد معزول ہوئے اس کے بعد فوجداری بگلانہ اور پھر نیابت صوبہ داری برہان پور پر مامور ہوئے صلابت جنگ کے عہد میں ذوالفقار الدولہ قایم جنگ خطاب پایا جب جاگیر خاندیس مرہٹوں کے قبضہ میں جاتی رہی تو پریشان حالی کے ساتھ صلابت جنگ کے پاس حیدرآباد پہنچے اور پرگنہ جلگانوں صوبہ برار جاگیر پایا اور وہاں سے ادھر کی طرف روانہ ہوئے ۱۱۷۹ھ میں انتقال کیا۔ شاعر تھے موزوں تخلص کرتے تھے۔

[1] تاریخ ظفرہ ص ۱۳۴

زیب النساء بیگم کا پیام بندگانعالی کو پہنچایا۔ مراسمِ عقد کی تکمیل کے بعد محلات میں داخل ہوئیں ان بیگم کو بندگانعالی نے بُرہان پوری بیگم کا خطاب مرحمت فرمایا یہاں سے عنانِ عزیمت قصبہ باسم کی طرف منعطف فرمائی اور توپ خانہ کی تیاری کے لئے شیخ امین الدین احمد کو بُرہان پُور میں چھوڑا۔ باسم پہنچکر اپنی حقیقی والدہ عمدہ بیگم کو اورنگ آباد سے طلب کیا اور اپنی بیگم کی رُونمائی کرائی۔ موسمِ سرما قصبہ باسم ہی میں گذارا۔ اس کے بعد یہ اطلاع ملی کہ صلابت جنگ نے مُوسی بُوسی کی تحریک پر پیشوا بالاجی راؤ کو لکھا ہے کہ

"حتیٰ الامکان نظام علیخاں کو ملک برار میں داخل ہونے نہ دیا جائے۔"

اس امر کی نسبت پیشوا سے مفاہمت کے لئے انھوں نے سہراب جنگ کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔

گرانڈیا کی مہم جانوجی بھونسلہ کو صلابت جنگ کی تحریر کی بنا پر جب یہ اطلاع ملی کہ نظام علیخاں اور صلابت جنگ میں باہمی مخالفت ہوگئی ہے اور وہ نظام علی خاں کو علاقۂ برار میں مداخلت سے روکنا چاہتے ہیں تو اُس نے اپنے سردار گرانڈیا کو ایما کیا کہ اپنے حدود میں ان کو داخل ہونے نہ دے اور اُن سے مقابلہ کرے چنانچہ اُس نے باسم کے اطراف کے مواضعات کو جلانا شروع کیا اور ان کے ساتھ مخالفت اور مقابلہ کی تیاری کرنے لگا اور چاہتا تھا کہ اُن آلات حرب وضرب پر قبضہ کرے جو بندگانعالی کے حکم پر بُرہان پور سے نکلنے کو تھے بندگانعالی نے داروغہ جنسی کے نام احکام صادر فرمائے کہ اپنا لشکر پہنچنے تک بوجوہ احسن توپخانہ کی حفاظت کرے اور خود بدولت آکولہ کی طرف سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے منزل بمنزل ادھر متوجہ ہوئے اور زود برد کے ساتھ دو ماہ تک قطع مسافت کرتے ہوئے بکم ربیع الثانی ۱۱۷۱ھ مطابق ۲۳ر ڈسمبر ۱۷۵۸ء کو برہان پُور واپس آکر دریائے تاپتی کے کنارے اُترے اور آلاتِ حرب وغیرہ

جو وہاں تیار تھے ہمراہ لے لئے اور ۶۔ ربیع الثانی کو وہاں سے نکل کر ناگپور روانہ ہوئے اس عرصہ میں بھونسلہ نے جب دیکھا کہ بندگانعالی کے مقابلے میں اس کے سردار گرانڈ با کی کچھ پیش نہیں چل سکتی تو خود اپنی کثیر فوج سے اس کے ساتھ شریک ہو کر بندگانعالی کی افواج پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوا اس کا مقابلہ توپخانے سے کرتے ہوئے دریائے پورنا تک پہنچے ایک دفعہ بندگانعالی کے حکم سے سیدی عنبر خاں اور قادر خاں نے متفق ہو کر مخالف فوج پر شب خون مارا جس سے مرہٹے پریشان ہو کر بھاگے بھونسلہ اور گرانڈ با بھی بے زین گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل بھاگے اس بھاگا بھاگ میں اکثر دریائے پورنا میں ڈوب مرے مال واسباب کے علاوہ بہت سارے اونٹ گھوڑے بھی غنیمت میں ہاتھ آئے اس کے بعد جانوجی نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارا۔ حرکت مذبوحی کی لیکن جب کچھ پیش نہ چلی تو راجہ وٹھل داس کے ذریعہ صلح کی درخواست کی، بندگانعالی نے اپنے دیوان کے پاس خاطر سے درخواست منظور کی، جس پر جانوجی نے رسم مقررہ کے مطابق حضور میں حاضر ہو کر شرف زمین بوسی حاصل کیا اور نذر لایقہ اور معقول پیشکش گذرانی، اس کے بعد خود بدولت بھی اس کی قیام گاہ پر جلوہ افگن ہوئے اسی زمانے میں سہراب جنگ بالاجی راؤ کے پاس سے بعد مفاہمت واپس آئے اور آستان بوسی کی سعادت حاصل کی اور پیشوا کی طرف سے جواہر اور کئی زنجیر ہاتھی تحفۃً پیش کئے، بھونسلہ کے ساتھ جو مصالحت کی ٹھیری تھی۔ اس میں اس نے یہ شرط پیش کی تھی کہ قلعۂ چاندہ کے حاصل کرنے میں اس کو مدد دیجائے اور راجہ وٹھل داس اس کے موئد تھے بندگانعالی نے اس امر میں سہراب جنگ سے مشورہ کیا تو انھوں نے اس سے اتفاق نہ کیا ان دنوں نظام علیخاں کو صلابت جنگ کے پاس پہنچنا ضروری تھا کہ سرکاران شمال میں انگریزوں سے جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے ان کی تمام فرانسیسی فوج ادھر جا چکی تھی اب وہ حیدرآباد میں اپنی فوج کے ساتھ ٹھیرے ہوئے تھے اور چونکہ

صلابت جنگ نظام علیخاں سے ناخوش تھے اس لئے اس امر کا امکان تھا کہ ان کے وہاں پہنچنے پر باہمی جنگ چھڑ جائے۔ اس اعتبار سے نظام علیخاں نہ خود چاندے کی مہم میں حصہ لے سکتے تھے نہ گرانڈ یا جانوجی کی مدد کے لئے اپنی فوج کا کوئی حصہ وہاں روانہ کر سکتے تھے۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر سہراب جنگ نے یہ رائے ظاہر کی کہ:—

"صلاح دولت یہ ہے کہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو تشریف لیجا کر صلابت جنگ کے حضور میں اقامت گزیں ہوں کہ ساری جزئیات کلیات کے تحت ہوتی ہیں جب کل پر حاوی ہو جائیں گے تو جزئیات ساری اس کے حیطہ میں آجائیں گی..."[۱]

یہی رائے بندگان عالی نے پسند فرمائی اور سہراب جنگ کو حکم فرمایا کہ جانوجی سے مل کر معاملہ کا تصفیہ کرلیں چنانچہ وہ اُس کے پاس گئے اور تمام مدارج صلح حسب دلخواہ طے کئے اس کے بعد فوج نرمل کی طرف متوجہ ہوئی جب ماہور کے علاقہ میں گذر ہوا تو وہاں کے حاکم مجاہد جنگ صف شکن خاں نے پاس نمک صلابت جنگ کی طرفداری میں بندگانعالی کی افواج کی مزاحمت کی تھوڑے سے مقابلے کے بعد خود کمربستہ حاضر خدمت ہوئے بندگانعالی نے قلعہ ماہور کو عضد الدولہ کے بیٹے خواجہ عبدالشہید خان کے حوالہ کیا اور خود حیدرآباد کی سمت روانہ ہوئے لیکن اورمی[۲] یہ کہتا ہے کہ جب نظام علیخاں کو یہ اطلاع ملی کہ صلابت جنگ اپنی فرانسیسی فوج کے ساتھ حیدرآباد چلے گئے ہیں تو وہ اپنے پندرہ ہزار سوار کے ساتھ ماہ نومبر ۱۷۶۰ء م ربیع الاول ۱۱۷۴ھ میں برہان پور سے نکل کر اورنگ آباد آئے اور یہاں والوں نے ان کی اطاعت قبول کر کے نذریں پیش کیں اور پھر وہ وہاں سے حیدرآباد کی طرف روانہ ہوئے

---

[۱] توزک آصفیہ صفحہ ۹۰ [۲] اورمی جلد ۲ صفحہ (۶۷۵)

اس کے تسلیم کرنے میں کوئی ردو کد اس وجہ سے نہیں کی جا سکتی کہ یہ کوئی دور اندیشانہ فعل نہیں ہو سکتا کہ اورنگ آباد میں اپنی حکومت منوائے بغیر وہ جنوب میں جاتے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اورنگ آباد سے ماہور اور نرمل پہنچے ہوں یا یہ کہ ماہور اور نرمل سے ہو کر اورنگ آباد گئے بہر حال اس موقع پر حیدرآباد پہنچنے سے پیشتر ان کا اورنگ آباد جانا لازم تھا۔
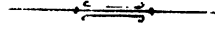
مراحلِ صلابت جنگ

یہاں ہم نظام علیخاں سے قطع نظر کر کے اپنے قارئین کو صلابت جنگ کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو حیدر جنگ کے قتل کے موقع پر اپنے والد کے مقبرے کو گئے ہوئے تھے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کے بعد خود صلابت جنگ اور اُن کے طرفداروں نے نظام علیخاں کے خلاف کیا کارروائی کی اور کیا طرزِ عمل اختیار کیا۔

حیدر جنگ کے قتل کے ساتھ ہی بُوسی نے اپنی فوج کا ایک دستہ صلابت جنگ کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ نظام علیخاں کی دست رس سے محفوظ رہیں اس لئے کہ بُوسی یہ سمجھا ہوا تھا کہ ریاست آصفیہ میں اس کے جو کچھ اعزاز و اختیارات ہیں محض صلابت جنگ کی وجہ سے ہیں وہ اگر نظام علیخاں کی طرف ہو جائیں یا یہ کہ نظام علیخاں ان کو اپنے قبضۂ اختیار میں کر لیں تو پھر دکن میں بُوسی کے لئے کوئی مامن نہیں تھا اور مقابلے میں بہ اعتبار تعداد فوج نظام علیخاں ہی کو غلبہ تھا اور باعتبار باقاعدگی بھی وہ اس سے کم نہیں تھے کہ اسی کے ہمراز ابراہیم خان گارڈی کو اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔ بہر حال موسی بُوسی کی فوج کی حفاظت میں واقعہ کے دوسرے روز صلابت جنگ اورنگ آباد آئے اور خاص خاص امرا کا ایک دربار منعقد کیا۔ جس میں بُوسی بھی شریک تھا اس میں بغلبۂ آرا یہ طے پایا کہ نظام علیخاں کو خاطر خواہ تنبیہ کی جائے چنانچہ اس منصوبے کی پیش رفت میں فوج ان کے تعاقب میں برہان پور کی طرف روانہ ہوئی۔

موسی بوسی کی واپسی

عین اسی زمانے میں بوسی کو اپنے فرانسیسی گورنر موسی لالی کا ایک خط ملا جس میں

اس کو اپنے علاقہ میں آجانے کی ہدایت کی گئی تھی کہ ان دنوں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مابین جنگ چھڑی ہوئی تھی اور جنوب میں بوسی کے فوجی خدمات کی ضرورت تھی ایسی صورت میں صلابت جنگ کے ساتھ فوج کا جانب شمال جانا بوسی کے نزدیک اپنی قوم کے مفاد کے خلاف تھا اور اس نے اس امر پر بھی غور کیا کہ نظام علیخاں مختصر سامان کے ساتھ نکلے ہیں اس لئے ان کے نزدیک اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر منتقل ہونا بالکل آسان تھا اور ان دنوں مرہٹوں کا یہی اصول جنگ زیر عمل تھا اس کے علاوہ ابھی ان کا ارادہ کسی مقام کو اپنا مرکز قرار دینے کا بھی نہیں پایا جاتا تھا اس لئے ممکن تھا کہ وہ تعاقب کے موقع پر آسانی سے ایک طرف سے دوسری طرف منتقل ہوتے رہتے ان سب پر طرہ یہ تھا کہ نظام علیخاں حیدر جنگ کو قتل کرنے کی وجہ سے جو پرانے امراء سے خیرہ سری کر رہا تھا ہر دلعزیز بھی ہو گئے تھے اس سے ممکن تھا کہ ان کے تعاقب کے سبب سے صلابت جنگ اور بوسی کے خلاف عام بے چینی پیدا ہو جائے غرض ان تمام امور پر نظر غائر ڈال کر بوسی نے اس امر کو مناسب خیال کیا کہ نظام علیخاں کے تعاقب سے باز رہے فوج اورنگ آباد سے کوچ کرکے تین روز تک برہان پور کی سمت چلتی رہی اور موسی بوسی آگے بڑھنے کی قباحتیں صلابت جنگ کے ذہن نشین کرتا رہا آخر چوتھی منزل میں فوج کو واپسی کا حکم ملا اب بوسی کو یہ خیال ہوا کہ رستہ کا چکر کاٹ کر صلابت جنگ اور ان کی فوج کو گولکنڈہ پہنچا دے۔ اور وہاں پہنچکر خود اپنی قوم کی مدد کی طرف متوجہ ہو تا کہ اگر اس کو صلابت جنگ سے مدد حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو اسی طرح آسانی ہو جس طرح ان کو اس کی مدد حاصل کرنے میں ہو سکتی تھی لیکن اس سوچ بچار میں اس نے نظام علیخاں کی روزافزوں قوت کا کوئی خیال نہ کیا اور ان کے لئے ایک وسیع علاقہ چھوڑ دیا جس پر ان کو قبضہ حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور نظر انصاف سے اگر دیکھا جائے

تو فرانسیسیوں کی ساری قوت کو جنوب میں مقابلے کے لئے جمع کرا کے نظام علیخاں کو اتنے وسیع علاقہ پر دست رس حاصل کرنے کے لئے انگریزوں نے ہی اسباب مہیا کئے اور عجب نہیں جو انگریزی کمپنی والوں نے نظام علیخاں سے فرانسیسیوں کے خلاف کوئی سمجھوتہ بھی کیا ہو جس کا جستہ جستہ ذکر بعض تاریخوں میں صرف ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ لارڈ کلائیو نے اس عرصہ میں نظام علیخاں سے مراسلت کی ہے۔ صاحب تزک والاجاہی موسی بوسی کی اس علیحدگی کے متعلق ایک خاص مراسلت کا ذکر کرتا ہے جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ اس کے اور اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خود انگریزی عہدہ داروں نے نواب والاجاہ کی معرفت اس کی کوشش کی چنانچہ وہ کہتا ہے:۔

"اسی[1] کرناٹک کی جنگ کے دوران میں جارج بکٹ (عہدہ دار مدراس متعلقہ انگریزی) کے معروضہ پر نواب والاجاہ نے موسیٰ لالی کو یہ لکھا کہ تمہاری ہماری صلح اس امر پر تھی کہ ہمارے مخالف تمہارے مخالف اور ہمارے موافق تمہارے موافق متصور ہونگے اور ہم بادشاہ مغلیہ کی رضامندی پر متفق ہیں۔ صلابت جنگ نے بادشاہ کے خلاف مرضی ناصر جنگ شہید کے حقیقی بھائی آصف الدولہ غازی الدین خان کو جو حضور سلطانی سے نظامت دکن پر مامور ہوے تھے زہر سے ہلاک کر کے بادشاہ سلامت کو ناراض و مکدر کیا اس لئے وہ ہمارے اور ہمارے بادشاہ کے مخالف ہیں اس وجہ سے اُن کے ساتھ تمہارا تعلق صلح نامہ مذکور کے خلاف ہے پس تم کو چاہئے کہ تم اپنا تعلق دکن سے منقطع کردیں اور موسی بوسی کو ان کی خدمت سے واپس طلب کرلیں اس پر موسی لالی نے

---

[1] تزک والاجاہی ورق (۱۹۵)۔

جواب یہ دیا کہ موسیٰ بوسی ہم سے قطع تعلق کرکے اپنی ذات سے وہاں نوکر ہوگیا ہے ایسی صورت میں یہ ممکن نہیں ہے کہ حاکم دکن کے نوکر پر پھولچری کے گورنر کا حکم واجب التعمیل ہو۔ اس اطلاع کے بعد نواب والاجاہ نے راست صلابت جنگ کو یہ لکھا کہ موسیٰ لالی کی تحریر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ موسی بوسی اپنے توابع کے ساتھ ملازم ہوکر آپ کا معتمد علیہ بنگیا ہے ایسی قوم کو نوکر رکھنا جس کو ظل سبحانی پسند نہیں کرتے اور ایسے فرقہ کو اپنی رفاقت میں رکھنا جو اپنے بھائی ناصر جنگ شہید کا قاتل ہے مروت و اخوت کے خلاف ہے اس قوم سے احتراز لازم ہے"[۱]

بہر حال یہ مسلّم ہے کہ بوسی کو موسی لالی نے طلب کرلیا۔ موسی لالی کی سخت غلطی تھی کہ اُس نے والاجاہ اور انگریزوں سے مقابلہ کی ہیبت میں ریاست حیدرآباد کے اندرونی معاملات اور وہاں بوسی کے اثرات اور تعلقات پر کوئی توجہ نہیں کی اور سطحی طور پر یا بوسی کے ساتھ عناد یا حسد رکھنے کی وجہ سے یہ فرض کرکے کہ انگریزوں سے مقابلہ میں کامیابی ہوجائے تو پھر ریاست میں فرانسیسی اثرات قایم کرلئے جائیں گے بوسی کو اس کی پوری فوج کے ساتھ واپس طلب کرلیا۔ یہ بے التفاتی بھی ہندوستان سے فرانسیسیوں کی فوقیت کو مٹانے کی ایک وجہ قرار دیجاسکتی ہے۔

صلابت جنگ کی فوج گوداوری کے کنارے تک ہی پہنچی تھی کہ موسی لالی کا ایک اور خط مورخہ ۱۰۔ مئی ۱۷۵۸ء مطابق ۱۰۔ رمضان ۱۱۷۱ھ موسی کان فلان کے ذریعہ بوسی کو ملا۔ جس میں اس کو اپنی فوج کے ساتھ اپنے علاقہ کو فی الفور آجانے کی تاکید تھی۔ اس حکم کے بعد موسی بوسی کو بہت جلد میدان میں جانا پڑا۔ تاہم اس نے اُس وقت تک توقف کیا۔ جب تک کہ صلابت جنگ اپنی

فوج کے ساتھ گوداوری کو عبور کر کے حیدرآباد نہ پہنچ گئے۔ کیونکہ اس کو اس امر کا خطرہ تھا کہ عبور دریائے گوداوری کے قبل شاید کوئی اختلاف پیدا ہو جائے اور صلابت جنگ اورنگ آباد کی طرف آسانی سے لوٹ جائیں۔ اسی وجہ سے اُس نے سب سے پہلے صلابت جنگ اور اُن کے متعلقہ تمام کارخانجات کو دریا کے پار کرا دیا اور پھر ساری فوج نے عبور کیا اس کے ساتھ ہی بارش کی جھڑی لگ گئی جس کی وجہ سے آگے بڑھنے میں توقف ہو گیا اور ۱۵۔ جولائی ۱۷۵۶ء مطابق ۸۔ ذیقعدہ ۱۱۶۹ھ تک فوج حیدرآباد نہ پہنچ سکی اسی تاریخ لالی کا ایک اور خط بُوسی کو ملا جس میں اُس نے شدید تقاضہ اور تہدید کے ساتھ یہ حکم دیا تھا کہ

"مچھلی پٹن اور سرکاران شمالی کی حفاظت کے بعد جتنی فوج بچ رہے ہمراہ لیکر مزید تاخیر کے بغیر موسیٰ موراسین سے راستہ میں مل جاؤ۔"

اس پر موسیٰ بوسی کو حیدرآباد سے معًا نکل جانا پڑا اور اُس نے اپنی فرانسیسی جملہ فوج ساتھ لی اور چلا گیا۔ جاتے ہوئے اگرچہ اُس نے صلابت جنگ کی دلجوئی کی۔ لیکن یہ سُود مند نہ ہوی ۳۔ اگسٹ م ۲۹ ذیقعدہ کو یہ فرانسیسی فوج راجے پور[1] پہنچی اور موسی موراسین کی فوج سے ملحق ہو گئی۔ موسی بوسی نے اپنی فوج اور علاقہ سرکاران شمالی کا جائزہ موسی کان فلان کو دیکر دو سو پچاس یوروپین اور پانسو سپاہی اپنے ساتھ لیکر انگول پر نیلور کی طرف بڑھا اور ۴۔ سپٹمبر مطابق یکم محرم کو وہاں پہنچا۔

بوسی کی روانگی کے بعد صلابت جنگ کے انتظامات

بسالت جنگ کے ساتھ صلابت جنگ حیدرآباد پہنچے۔ یہاں انھوں نے شوکت جنگ کو اپنا دیوان خانگی اور حیدر یار خاں شیر جنگ کو دیوان دکن بنایا اور امور ریاست کا اجرا بسالت جنگ ہی کی صوابدید سے ہوتا تھا۔ بارش کا موسم حیدرآباد میں گذار کر بیدر کے قلعہ پر قبضہ کرنے

---

[1] یہ کرشنا کے بائیں کنارے پر مچھلی پٹن سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

کے لئے نکلے کہ وہاں کا قلعہ دار باغی ہو گیا تھا۔ ایک مہینہ کے محاصرہ کے بعد بربنا ٔ صلح قلعہ اس سے حاصل کیا اور پھر اُس کو اسی پر مامور کر دیا یہاں ان کو فرانسیسی عہدہ دار موسی کان فلاں کے خطوط اس استدعا کے ساتھ پہنچے کہ اپنی فوج کے ساتھ مچھلی پٹن آئیں تاکہ اُس کے ساتھ متفق ہو کر زمینداران سکاکول اور ان کے طرفدار انگریزوں پر حملہ کریں جو ان کے ملک میں باغیانہ طور پر مداخلت کر رہے تھے کان فلاں نے یہ خطوط انگریزوں سے پدا پور پر شکست پانے کے بعد لکھے تھے اسکی استدعا پر صلابت جنگ اور بسالت جنگ دونوں پندرہ ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل کے ساتھ مچھلی پٹن کی طرف بڑھے تاکہ بروقت وہاں پہنچکر کان فلاں کی مدد کریں۔

فرانسیسیوں کی پسپائی

جب انگریزوں نے راجمندری میں فرانسیسیوں پر حملہ کیا تو انھوں (فرانسیسیوں) نے وہاں سے پسپا ہو کر وزیگاپٹم اور وزیانگرم (بجے نگر) کی راہ لی۔ جس کے دو وجوہ تھے۔ ایک تو یہ کہ انگریزوں کی واپسی کی راہ کو روک لیں اور دوسرے یہ کہ وہاں کی رعایا سے محاصل وصول کریں تاکہ ایک طرف تو اخراجات جنگ کی پابجائی ہو جائے اور دوسری طرف اگر اس علاقہ پر اچانک انگریزوں کا قبضہ ہو بھی جائے تو یہاں کی رعایا ایک سال تک اس قابل نہ رہے کہ انگریز اُن سے کوئی محصول وصول کر سکیں اور اگر وہ اس غرض کے لئے رعایا پر کوئی جبر و تشدد کو کام میں لائیں تو انگریزوں کی طرف سے رعایا میں بددلی اور عام بدخواہی کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ لیکن فرانسیسیوں کو اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی اس کے بھی دو وجوہ تھے اول تو یہ کہ اس علاقہ کا زمیندار انندراؤ[1] ان کا مخالف تھا

---

[1] علاقہ سرکاران شمالی میں دو بڑے زمیندار تھے۔ جن میں سے ہر ایک ایک یوروپین طاقت کی سرپرستی میں تھا۔ پہلا زمیندار نارائن دیو تھا جس کا علاقہ گنجام سے ملحق تھا اس کا مستقر موہیری تھا۔ جو سمندر سے بارہ میل اور گنجام سے جانب جنوب مغرب تیس میل پر واقع تھا۔ یہ فرانسیسیوں کے اثر میں تھا اور دوسرا راجہ وزیانگرم کے علاقہ میں تھا جس کا نام وجے رام راؤ تھا اس کا علاقہ لبنسر کے جنگل تک پھیلا ہوا تھا اور یہ انگریزوں سے موافقت رکھتا تھا وجے رام راؤ کے انتقال کے بعد انندراؤ اس کا

(بقیہ حاشیہ بصفحہ آئندہ)

جس کے زیر اثر ادھر کی رعایا کام کر رہی تھی اور انگریز اسی کی معاونت پر آگے بڑھے جا رہے تھے دوسرے یہ کہ فرانسیسی فوج کو اثنائے جنگ میں رسد کی طرف سے تکلیف ہونے لگی ان کی فوج رسد کے لئے رعایا کے گھروں میں گھسنے اور اُن پر جبر و تعدّی کرنے لگی۔ جس سے بدامنی ہو گئی اور اسی بناء پر نارایِن دیو ان سے علیحدہ ہو گیا۔ فرانسیسیوں نے اس کو متفق کرنے کی کوشش کی لیکن ان کو کامیابی نہیں ہوی آخر اُس نے انگریزی امداد طلب کر لی۔ جس سے فرانسیسیوں کا پُورا اثر سرکارانِ شمالی سے زایل ہو گیا۔ اب فرانسیسیوں نے یہ تصفیہ کر لیا کہ اس علاقہ کے اصلی رئیس صلابت جنگ کی فوج سے مُلحق ہو جائیں جو اپنی فوج کے ساتھ اس طرف آ رہے تھے جس روز صلابت جنگ کی فوج مچھلی پٹن سے چالیس میل پر بجواڑے میں اُتر آئی اسی روز فرانسیسی فوج نے پھر راجمندری پر قبضہ کر لیا۔

ریاست آصفیہ سے قیام اتحاد کی نسبت انگریزوں کی سب سے پہلی ریشہ دَوانی۔

صلابت جنگ نے انند راؤ زمیندار کے پاس خطوط لکھے کہ اُن سے آملے لیکن وہ اتنا خوف زدہ ہو گیا تھا کہ راجمندری کے پاس سے اپنی تمام فوج کے ساتھ راتوں رات بلا علم و اطلاع گوداوری کو عبُور کر کے اپنے علاقہ کی طرف نکل گیا اس موقع پر کرنل فورڈ (جو انگریزی فوج کا سردار اور اس کا طرف دار تھا) نے اس کے خیال کو پلٹانے کے لئے اس کے پاس قاصد روانہ کئے۔ جس پر وہ اپنی فوج کے ساتھ پیٹھ کو آ گیا اب صلابت جنگ سے کرنل مذکور نے یہ استدعا کی کہ اُس کو اپنا ایک نائب اُن کے پاس بھیجنے کی اجازت دیجائے جس کی اجازت مل گئی اور مسٹر جانسٹن یکم اپریل ۱۷۵۹ءم ۲۲۔ رجب ۱۱۷۲ھ کو اُن کے پاس بھیجا گیا۔ جس نے یہ معروضہ کیا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قایم مقام ہوا اس سے پیشتر وجے رام راؤ اور نارایِن دیو میں جو باہمی مخالفت تھی وہ وجے رام راؤ کے انتقال کے بعد بھی قایم رہی۔ انھیں دونوں راجاؤں کی وجہ سے سرکارانِ شمالی میں یوروپین قوتوں کا تصادم ہوا اور آخر میں انند راؤ اور نارایِن دیو کے فراہم ہو جانے کی وجہ سے ہی انگریزوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس علاقے پر مالکانہ قبضہ کر لیا جائے۔

انگریزوں کا منشاء یہ ہے کہ صرف اُس ساحلی علاقہ پر قبضہ حاصل کریں جو فرانسیسیوں کے قبض و تصرف میں تھا اس اظہار مُدعا سے اس کے سوائے اور کوئی غرض نہیں معلوم ہوتی کہ صلابت جنگ کے دربار کی نسبت معلومات حاصل کریں اور اگر کوئی موقع ملے تو کسی باہمی مفاہمت یا مصالحت کی جنبانی سلسلہ کریں لیکن وہاں اس معروضہ پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ ۶۔اپریل م ۲۷ ۔ رجب کو یہ اطلاع ملی کہ فرانسیسی فوج سے مل جانے کیلئے صلابت جنگ بجواڑے سے آگے بڑھ رہے ہیں اب اگر یہ دونوں فوجیں متحد ہوجائیں اور پھر انگریزوں سے مقابلہ ہوتا تو اُن کو کوئی مَفَر نہیں تھا اس لئے کرنل فورڈ نے یہ حکم دیا کہ دوسرے ہی دن مچھلی پٹن کے قلعہ پر انگریزی توپ خانہ مسلسل گولہ باری کرتا رہے انگریزوں کی گولہ اندازی اور حملہ سے مجبور ہو کر فرانسیسی عہدہ دار موسی کان فلاں نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا اور قلعہ پر اُن کا قبضہ ہو گیا اس وقت صلابت جنگ مچھلی پٹن سے صرف پندرہ میل کے فاصلے پر تھے فرانسیسی جہاز ایسے موقع میں کمک کے لئے آیا جبکہ مچھلی پٹن پر انگریزی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اس کی اطلاع پاکر صلابت جنگ نے اس خیال سے کہ شاید جہاز کی فرانسیسی فوج سمندر کے کنارے اُترے اُس کی مدد کے غرض سے اپنی تمام مرہٹہ فوج کو سمندر کی طرف بھیجدیا اس کے بعد کرنل فورڈ نے اپنی فوج کے دو حصّے کئے ایک کو قلعہ اور قیدیوں کی حفاظت کے لئے مامور کیا اور دوسرے کو اُس مقام پر متعین کیا جہاں کہ وہ قلعہ پر قبضہ کرنے سے پیشتر قابض تھے صلابت جنگ کی مرہٹہ فوج جو ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی انگریزی فوج کو دیکھ کر توپ کی زد سے بھی زیادہ فاصلہ پر ٹکی رہی۔ لیکن اطراف واکناف کے دیہات جلادئے اور لوٹ مار مچادی اب صلابت جنگ نے مچھلی پٹن پر دوبارہ قبضہ پانا ناممکن تصور کیا اور ادُھر نظام علیخاں کے حیدرآباد متوجہ ہونے کی خبر بھی مل گئی تھی اس لئے انھوں نے مراجعت کا تہیّہ کیا۔

انگریزوں کے ساتھ سب سے پہلا معاہدہ

کرنل فورڈ کو صلابت جنگ کے حیدرآباد واپس ہونے کے ارادے کی اطلاع ہوی تو اُس نے صلابت جنگ سے ملاقات کی۔ اس کی بڑی مدارات و تواضع ہوی۔ اس موقع پر کرنل نے باہمی مصالحت کی درخواست کی جس پر صلابت جنگ نے بتاریخ ۱۶۔ رمضان ۱۱۷۲ھ م ۱۴ مئی ۱۷۵۹ء بہ طیبِ خاطر شرح منظوری لکھی اور اس کی تعمیل کا قسمیہ اقرار کیا اس درخواست میں امور ذیل کی استدعا تھی:۔

(۱) مچھلی پٹن کا علاقہ آٹھ اضلاع کے ساتھ اور نظام پٹن اور کنداویرا اور واکل منیر انگریزی کمپنی کو بطور انعام دیا جائے اور ان کی سند فرانسیسیوں کو جس طرح دیگئی تھی ان کو دیجائے۔

(۲) فرانسیسی فوج کو صلابت جنگ پندرہ روز کے اندر اپنے پاس سے نکال کر دریائے کرشنا کے پار کرادیں اور آئندہ ان کی کوئی آبادی دکن[2] میں قایم ہونے نہ دیں اور نہ فرانسیسی فوج کو ملازم رکھیں اور نہ ان کو کوئی مدد دیں اور نہ آئندہ کبھی ان کو اپنے پاس بلائیں۔

(۳) صلابت جنگ انند راؤ زمیندار وزیگاپٹم سے اس امر کی نسبت کوئی محاسبہ نکریں کہ اس نے فرانسیسیوں کے اس علاقے سے کیا محاصل وصول کیا ہے اور نہ اس کے علاقہ کی بابت سالِ جاری کی پیشکش کا مطالبہ کریں آئندہ سال سے اگر وہ اس معمولی پیشکش کی ادائی میں کوئی تساہل کرے جو اس کا باپ دیا کرتا تھا تو نواب کو اختیار ہو گا کہ وہ جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔

(۴) صلابت جنگ کسی حال میں انگریزوں کے دشمنوں کو مدد یا اُن کو پناہ نہ دیں اور اسی طرح انگریز بھی ان کے دشمنوں کو مدد یا پناہ نہ دیں گے۔

---

[1] سی۔ یو۔ ایچی سنس ٹریٹیز جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۱۔

[2] دکن سے یہاں مراد وہ علاقہ ہے جو دریائے کرشنا کے شمال میں واقع ہے۔

یہی وہ درخواست ہے جس کو سرکار آصفیہ اور انگریزی کمپنی کا سب سے پہلا معاہدہ کہا جا سکتا ہے انگریزی کمپنی کے عہدہ دار سرکار آصفیہ سے ایسا کوئی معاہدہ کرنے کے ایک عرصہ سے متمنی تھے اس کے بعد ہی انھوں نے کرنل فورڈ کو ایک ذاتی جاگیر کے عطا کرنے پر اس شرط سے آمادگی ظاہر کی کہ وہ اپنی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کے لئے ان کی ہمراہی اختیار کریں جس پر اُس نے کوئی توجہ نہیں کی جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کچھ ہی عرصہ قبل اُس نے نظام علیخاں سے مدد کی درخواست کی تھی اور اُن کو توقع تھی کہ نظام علیخاں اس کے طرفدار ہو جائینگے۔ ادھر انگریزوں نے بھی اُن کی مدد سے پہلو تہی کی اور اُدھر حالیہ انگریزی معاہدہ کی بناء پر وہ فرانسیسی فوج کو علحدہ کر چکے اب سوائے اپنی ذاتی فوج کے اور کوئی امداد کی توقع نہیں نظر آئی۔ آخر وہ اپنی ہی فوج کے ساتھ تکمیل عہدنامہ کے چوتھے روز ۱۸ مئی ۱۷۵۹ء م ۲۰۔ رمضان ۱۱۷۲ھ کو حیدرآباد واپس ہوے۔

سرکاران شمالی میں فرانسیسیوں کی شکست کے اسباب

اس حالیہ جنگ میں فرانسیسیوں کو جو شکست ہوی۔ اس کا پہلا سبب یہ تھا کہ اسی علاقہ کے بڑے زمیندار انندراؤ اور نارایں دیو کو اُنھوں نے اپنا مخالف بنالیا اسی بناء پر ان دونوں نے انگریزوں کی سرپرستی قبول کرلی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ فرانسیسی مرکزی حکومت ہند نے اپنی فوج متعینہ سرکاران شمالی کی کافی اعانت نہیں کی اور جو جہاز کہ اس نے امداد کے لئے بھیجا اتنی دیر میں پہنچا کہ ان کو شکست ہو چکی تھی اور فرانسیسی فوج ادھر کے علاقہ میں ہر طرف پسپا ہو چکی تھی تیسرا سبب یہ تھا کہ صلابت جنگ نے بر بناء استدعاء فرانسیسیوں کو بروقت کمک پہنچانے میں جلدی نہیں کی انھوں نے قلعہ بھونگیر کے قلعدار نقشبندی خاں کی سرکوبی کے لئے راستہ میں توقف کیا جس سے فرانسیسیوں کی مدد کرنے میں ایک مہینہ تاخیر ہو گئی اور اس کے بعد بھی بجواڑہ سے ان کو کمک پہنچانے میں

انگریزوں سے لڑنے کے عوض وہ اِن سے مصالحت کی گفت وشنود میں رہ گئے۔ چوتھا اور سب سے زیادہ اہم سبب یہ تھا کہ فرانسیسی گورنر موسی لالی نے محض اپنے ذاتی عناد اور حسد کی بناء پر مصالح ملکی کو پیش نظر رکھے بغیر موسی بُوسی کو دربار صلابت جنگ سے اُس کی تمام فرانسیسی فوج کے ساتھ اپنے علاقہ کی طرف بلالیا۔ اس موقع پر اس کو اِس فوج سے اگر مدد لینے کی ضرورت داعی بھی ہوئی تھی تو اس کو چاہیئے تھا کہ بُوسی کو یہ ہدایت کرتا کہ دکن کے شمالی علاقہ میں اچھا انتظام رکھے تاکہ صلابت جنگ کے مخالفین اُن پر غلبہ پاکر فرانسیسی اثرات کو باطل کرنے نہ پائیں اس کے بعد یہ حکم دیتا کہ صلابت جنگ کی اور اپنی معقول فوج کے ساتھ سرکاران شمالی کی طرف متوجہ ہو اور وہاں حسب دلخواہ انتظام قایم کرکے کرناٹک اور پانڈیچری کا رُخ لے اور یہ اُس وقت میں ممکن تھا جبکہ وہ قبل از قبل صُورت حالات پر تحقیقی نظر ڈالکر انتظام کی طرف رُجوع ہوتا۔ بہرحال فرانسیسیوں کے حق میں اس شکست کا بدترین نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا اثر صلابت جنگ کے پاس سے مطلق اُٹھ گیا اور اس کے بعد وہ اِس ریاست میں ہی نہیں بلکہ تمام ہند اور دکن میں اپنا اثر قایم نہ کرسکے۔

صلابت جنگ کی مچھلی پٹن سے واپسی

صلابت جنگ جب مچھلی پٹن سے واپس ہوے تو ان کے ساتھ بسالت جنگ بھی تھے حیدرآباد سے تیس کوس پر موضع سوریاپیٹھ پہنچے تو یہ اطلاع ملی کہ نظام علیخاں حیدرآباد میں داخل ہوگئے بسالت جنگ نے شاید یہ خیال کرکے کہ نظام علیخاں کی علحدگی کے بعد سے وکالت مطلق اور مدار المہامی کی خدمت چونکہ یہ خود انجام دیتے رہے ہیں اس لئے وہ اپنا سارا غصہ ان پر اُتار ینگے۔ انھوں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے علاقہ (ادھونی) کی راہ لی اور وہاں پہنچکر بغرض مدافعت و مقابلہ برطرف شدہ فرانسیسی فوج کو جو دو سو یوروپین اور دو ہزار دیسی سپاہیوں پر مشتمل اور ذوالفقار جنگ

(برادر حیدر جنگ مقتول) کے تحت تھی اپنے پاس ملازم رکھ لیا۔

نظام علیخاں کی اپنے بھائی سے ملاقات

اب صلابت جنگ نے اپنی ساری فوج کو سوریا پیٹھ میں چھوڑا اور خود اپنے خاص خاص ہمراہیوں کے ساتھ بلدہ حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوے اس اطلاع پر نظام علیخاں بھائی سے ملنے کی خاطر آگے بڑھے اور ۲۳۔شوال ۱۱۷۲ھ م ۱۸۔جون ۱۷۵۹ء چہار شنبہ کے روز صلابت جنگ سے ملاقات فرمائی اور ان کو اپنے ہمراہ لیکر ۳۰۔ماہ ذیقعدہ ۱۱۷۲ھ م ۲۵۔جولائی ۱۷۵۹ء کو حیدرآباد میں داخل ہوے۔ اس موقع پر نظام علی خاں نے شاہنواز خاں کی حویلی میں قیام فرمایا (جسے انھوں نے عاقل خاں کی حویلی کو خرید کر اور اس کے اطراف کے اور زمینات حاصل کر کے تعمیر کیا تھا) صاحب تاریخ ظفرہ کہتا ہے کہ یہاں پہنچکر قیام کرنے کے چند روز بعد صلابت جنگ نے نظام علیخاں کو وکالت مطلق و مختاری کی خلعت سے مکرر سرفراز کیا۔
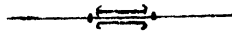
ریاست میں نظام علیخاں کا انتظام

نظام علی خاں کے ذی اختیار ہونے کے بعد ابراہیم خاں گارڈی کو حرص دامن گیر ہوئی اور وہ راجہ وٹھل داس دیوان سے سرتابی کرنے لگا اس کا عندیہ یہ تھا کہ کاروبار ریاست میں دخیل ہو اسی بنا، پر بندگانعالی نے اس کو خدمت سے علٰحدہ کردیا جس پر اُس نے یہ کوشش کی کہ اپنی اور اپنی فوج کی تنخواہ کے مطالبہ کے ضمن میں ہنگامہ کردے لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی فتنہ یا فساد برپا کرے اس کی پوری تنخواہ بے باق کرکے اس کو شہر بدر کردیا گیا وہ یہاں سے نکل کر اپنی فوج اور توپ خانہ کے ہمراہ بالاجی راؤ پیشوا کے پاس چلا گیا اور وہیں ملازم ہوگیا۔ دفتر پیشوا کے ایک خط کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ سردار ابراہیم خاں کو اپنی طرف بلانے کی کوشش ایک عرصہ سے کررہے تھے۔ جس میں ان کو صرف اس نوبت پر کامیابی ہوی۔ ممکن ہے کہ اس کوشش میں یہ امر بھی داخل ہو کہ راجہ وٹھل داس کو ابراہیم خاں کے خلاف اکسا دیا گیا یا یہ کہ خفیہ طور پر راجہ صاحب کو اس غرض کے لئے ہموار کرلیا گیا تاکہ نظام علیخاں کی خدمت سے ابراہیم خاں کو علٰحدہ کرنے میں کوئی دقت واقع نہو اور اسی خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ سرداروں[1] نے ابراہیم خاں گارڈی کو اپنی طرف بلانے کے لئے اپنے پاس کے ایک جمعدار مسمی احمد خاں کو مامور کیا تھا اور اس غرض کی تکمیل کے لئے اُنھوں نے کچھ مصارف بھی برداشت کئے تھے۔

---

[1] ڈسپاچس آف دی پیشوا۔ ریٹنگ ٹو دی بیاٹل آف اودگیر خط نمبر (۴)

ریاست میں پھر فرانسیسی فوج کی ملازمت

موسیٰ تاریخ جو موسی بُوسی کے زمانۂ موجودگی میں اس کی فوج کا ایک عہدہ دار تھا ان دنوں میں بندگانعالی کے حضور میں آیا اور ایک سو فرانسیسی اور دو سو گارڈی کے ساتھ سلک ملازمت میں منسلک ہوا یہ فرانسیسی فوج کی ملازمت کا دوسرا دور ہے جو نظام علیخاں کے عہدِ حکومت میں ٹیپو سلطان کی اخیر جنگ سے قبل ایک انگریزی معاہدہ کی بناء پر مکرر برطرف ہونے تک برابر قایم رہا اس فرانسیسی دستہ فوج کو ملازم رکھنے سے ہی ظاہر ہے کہ نظام علیخاں نے انگریزوں کے اس معاہدے (یا درخواست) کو تسلیم نہیں کیا جس کو صلابت جنگ نے کچھ عرصہ پہلے مچھلی پٹن میں کرنل فورڈ کی درخواست پر منظور و مکمل کیا تھا نظام علیخاں یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی ریاست کا اتنا وسیع علاقہ کسی شرط کے بغیر ان کے قبضہ سے نکل جائے اگرچہ اب سے بہت پیشتر ہی یہ علاقہ ریاست آصفیہ سے بصورت عطا خارج ہو چکا تھا لیکن اس کے عوض فوجی خدمات حاصل کی گئی تھیں اور اس کے اطراف کا اکثر علاقہ انھیں کے زمینداروں کے قبض و تصرف میں تھا۔ نظام علیخاں کو اگر حکومت پر ایسے زمانہ میں دسترس حاصل ہوتی جبکہ فرانسیسی اس علاقہ پر قابض تھے تو یقیناً سب سے پہلے وہ ان کو وہاں سے بیدخل کرنے کی کوشش کرتے اب انگریزوں نے اس سے بہت زیادہ علاقہ پر قابض ہونے کے علاوہ ادھر کے زمینداروں کو بھی پرچالیا تھا اور چاہتے تھے کہ اس حصۂ ارضی کے عوض نہ کوئی پیشکش سرکار نظام کو ادا کریں اور نہ کسی فوجی خدمت و امداد کا وعدہ کریں اگرچہ اس معاہدے کی درخواست میں انھوں نے یہ استدعا کی تھی کہ یہ علاقہ انھیں شرائط کے تحت ان کو دیا جائے جن کے ساتھ وہ فرانسیسیوں کو دیا گیا تھا۔ اس اختلاف کو رفع کرنے کے لئے انگریزوں کو آگے چل کر بڑی کوشش کرنی پڑی۔

اودگیر کی جنگ

شاہنواز خاں کے عہد دیوانی میں سوریا راؤ زمیندار نرمل نے سرکشی تھی اس وجہ سے انھوں نے حکمت عملی سے اس کو گرفتار کر کے قلعہ محمد نگر میں محروس کر دیا تھا۔ جس زمانہ میں نظام علیخاں حیدرآباد پہنچکر انتظامات ریاست میں مصروف ہوئے تو اس (سوریا راؤ) کو قلعہ کے پاسبانوں کی غفلت سے ایک روز موقع مل گیا اور وہ قلعہ سے نکل بھاگا۔ نرمل پہنچکر اس نے فوج فراہم کرلی خواجہ عبدالشہید خاں کو جو نظام علیخاں کی طرف سے وہاں کے حاکم تھے سُولی دیدی۔ اس کو اس خیرہ سری کی سزا دینے کے لئے بندگانعالی نے سہراب جنگ کو روانہ کیا اور اُن کی کمک کے لئے ان کے پیچھے ہی دلیر جنگ کو اپنی گارڈیوں کی فوج کے ساتھ بھیجا اور ان کے بعد سب سے آخر صلابت جنگ کے ساتھ آپ خود بھی نکلے بالکنڈہ پہنچنے پر سہراب جنگ نے سُوریا راؤ کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر قدمبوسی حاصل کی اور معذرت مافات کی درخواست جس پر اس کا قصور معاف ہوا اور اس کو اُسی علاقہ پر پھر مامور فرمادیا۔ یہیں یہ اطلاع ملی کہ مرہٹوں نے بہادر گڈھ (قلعہ بڑھ گاؤں) وغیرہ محالات سرکار عالی پر قبضہ کرلیا ہے اور اُن کے سردار سداسیو راؤ بھاؤ نے احمد نگر کے قلعدار قوی[1] جنگ کو جاگیر اور دولت کا لالچ دیکر اُن سے قلعۂ احمد نگر حاصل کرلیا اور اس کے بعد وہ اپنی بھاری فوج کے ساتھ اودگیر کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں پہنچکر وہ قصد رکھتے تھے کہ حیدرآباد کا رُخ لیں بندگانعالی اور صلابت جنگ نے یہ ارادہ کیا کہ وہیں (بالکنڈہ) سے مرہٹوں کی مدافعت کے لئے متوجہ ہوں چنانچہ سُوریا راؤ زمیندار کو اس کی فوج کے ساتھ اپنے ہمراہ لیا اور قلعۂ اودگیر کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچنے کے بعد ۲۵ جمادی الاول ۱۱۷۳ھ م ۱۵۔ جنوری ۱۷۶۰ء کو مرہٹہ فوج نمودار ہوئی۔ صاحب حدیقۃ العالم کا اعتبار کیا جائے تو نظام علیخاں کی

[1] خطوط دفتر پیشوا مطبوعہ گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی۔

اودگیر پہنچنے کی تاریخ ۲۲۔ جمادی الاوّل ہے توزکِ آصفیہ نے ۲۵۔ جمادی الاول بتائی ہے قیاس یہ ہوتا ہے کہ وہاں وہ ۲۲۔ جمادی الاوّل کو پہنچے اور ۲۵۔ جمادی الاول کو مرہٹہ فوج مقابل ہوئی۔

سرکارعالی کا ایک قلعہ موسوم بہ قلعۂ اوسہ اودگیر کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور دوسرا قلعۂ دھارور شمال مغرب میں جہاں علاقہ سرکارعالی کے سردار اپنی اپنی فوج کے ساتھ بندگانعالی کی فوج سے آملنے کے لئے جمع تھے لیکن مرہٹوں کے حائل ہونے کے باعث وہ ان کی طرف بڑھ نہیں سکتے تھے نظام علیخاں اگرکسی صورت سے اپنے ان سرداروں سے ملحق ہوکر احمد نگر کی طرف بڑھتے اور اس پر قبضہ کر کے پونہ کی طرف کوچ کرتے تو ان امور کی خاطر جو شمالی ہند میں مرہٹوں کے خلاف پیدا ہو رہے تھے ان کو نظام علی خاں کی حسب خواہش شرائط پر صلح کرتے بنتی اس واسطے کہ ان کی فوج زیادہ عرصہ تک دکن میں نہیں ٹھیر سکتی تھی کہ بعض مغلیہ سرداروں کی تحریک کی بنا پر ہندوستان میں احمدشاہ ابدالی کی سرکردگی میں مرہٹوں پر ایک زبردست حملہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں اسی امر کو مدنظر رکھ کر نظام علیخاں نے حکم دیا کہ اودگیر کے حصار سے کوچ کر کے جس طرح بھی ہو سکے تمام فوج دھارور پہنچ جائے جب ان کی فوج اودگیر سے آگے بڑھی تو مرہٹہ فوج نے باقاعدہ مزاحمت شروع کی۔ اس کا نقشہ جنگ کے خاکہ سے ظاہر ہوگا جس میں ہر ایک حصہ فوج کا قیام اور تینوں قلعوں (اودگیر، اوسہ، دھارور) کے مقام وقوع بتائے گئے ہیں اس موقع پر غنیم کی جملہ فوج ساٹھ ہزار سوار پر مشتمل تھی اور نظام علیخاں کی فوج کل سات ہزار تھی باوجود اس قلت کے بندگانعالی نے اپنے توپخانہ کو بازووں پر رکھ کر مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا حکم دیا مرہٹوں کی فوج میں سب سے زیادہ کام ابراہیم خاں گارڈی کے توپ خانہ نے کیا جس کے مقابلے میں تیغ جنگ اور سہراب جنگ نے جوانمردی اور بہادری کے بڑے جوہر دکھائے اور ابراہیم خاں کی

نقشہ جنگ اودگیر
سنہ ۱۱۷۳ ہجری م سنہ ۱۷۶۰ء
شمال
اودگیر
دھارور
داماجی گیکوار
سداشیو راؤ بھاؤ
۱۹
۱۸
۷۶
۷۷
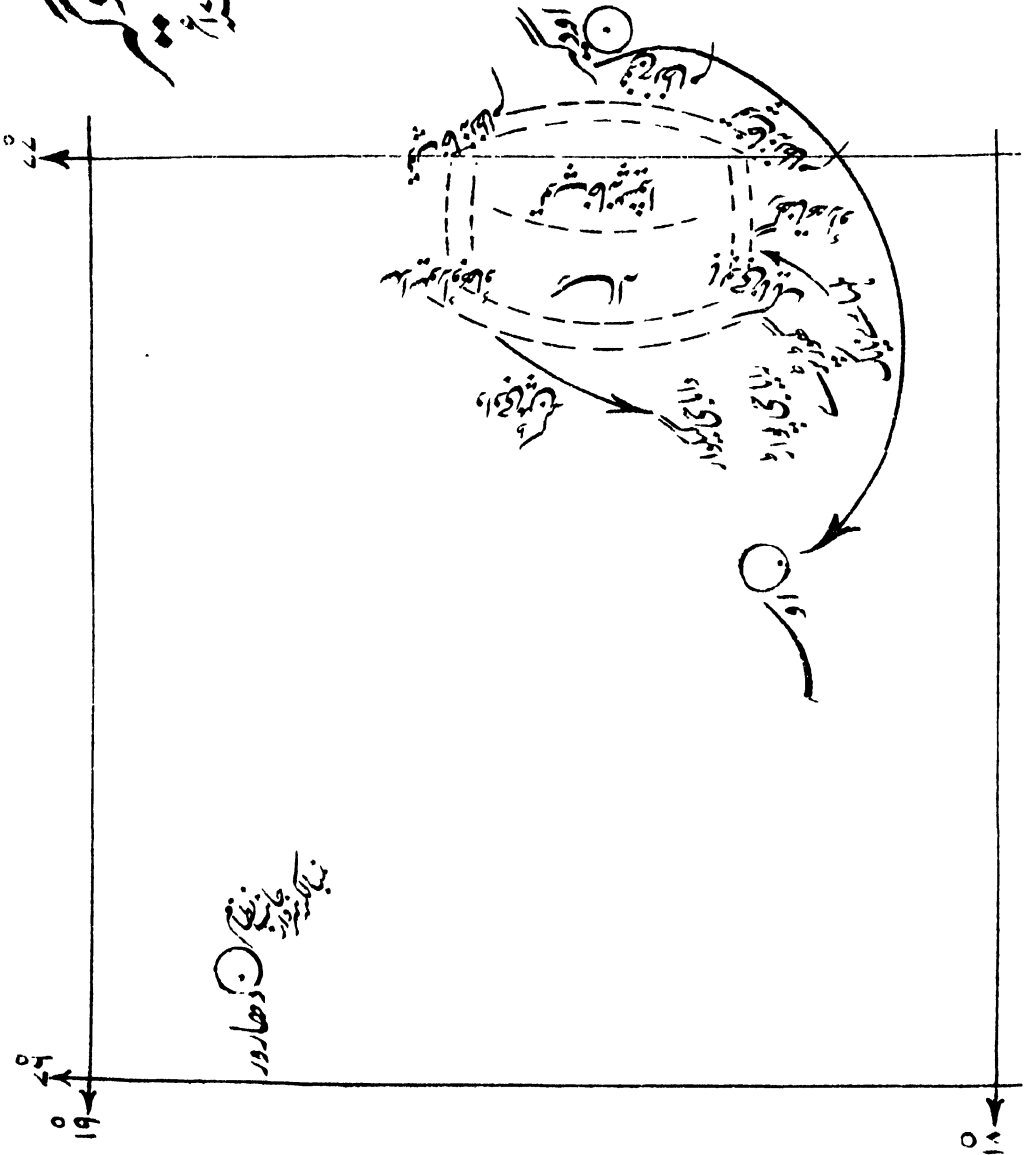
فوج کے گیا یہ نشان حاصل کئے بہر حال اسی طرح لڑتے بھڑتے مرہٹہ فوج پیچھے ہٹتی چلی اور نظام علیخاں کی فوج آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ قلعۂ اوسہ پہنچ گئی اس قلعہ میں کچھ سامان رکھ کر اور سامان فراہم کر کے بندگانعالی نے دھارُور کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ اب مرہٹوں نے یہ دیکھا کہ اگر نظام علیخاں کی فوج دھارُور کی فوج سے ملحق ہوجائے تو اُن کی قوت بہت بڑھ جائیگی اس رفتار جنگ سے پیشوا بھی متاثر ہوے اور انھوں نے اپنے عزیز و قریب عہدہ داروں کو جمع کر کے کہا کہ اس طرز جنگ سے توقع نہیں ہے کہ نظام علیخاں یا صلابت جنگ پر کامیابی ہو اس واسطے کہ وہ جنگ کرتے ہوے برابر بڑھ رہے ہیں اور اب ان کا رخ پونہ کی سمت میں ہے ہم ان کے پیچھے پیچھے کہاں تک پھریں ہم کو ہندوستان کی طرف متوجہ ہونا ہے پیشوا کا بھائی سدا سیوراؤ بھاؤ اس کا مختار کل تھا اور یہ مہم اسی کی سرکردگی میں تھی اس نے اس پر یہ رائے ظاہر کی کہ ریاست آصفیہ سے صلح کر کے کچھ حصۂ ملک حاصل کرلیں اور پھر یہیں سے شمال کی طرف متوجہ ہوں۔ صاحب توزک آصفیہ لکھتا ہے کہ قلعۂ اوسہ سے نکلنے کے روز مرہٹوں کا وکیل صلابت جنگ کے ہاتھی کے آگے آکر صلح کا مُستدعی ہوا انھوں نے اس کے تضرع والحاح پر ملتفت ہوکر صلح پر رضامندی ظاہر کی۔ لیکن نظام علیخاں نے مرہٹوں کی اس درخواست پر کہ کوئی حصۂ ملک ان کو دیکر صلح کی جائے فرمایا کہ

"ہم اُن قلعوں کے حصُول کے لئے آئے ہیں جو مرہٹہ سرداروں نے غصب کر لئے نہ کہ مدارات جاگیر کی غرض سے......"[1]

اِس دَوران میں یہ اطلاع ملی کہ مرہٹوں کی فوج دھارُور کے راستہ پر ایک ٹیلے کے پائین میں

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۰۵ ۔

چپ چاپ اُترآئی ہے تاکہ اگر صلح پر تصفیہ نہ ہو تو حملہ کر دیا جائے لیکن نظام علیخاں نے صلح سے اعراض کیا اور شارع عام کو ترک کر کے علیحدہ راستہ اختیار کرنے کے عوض راست اس ٹیلے پر پہنچ گئے جہاں مرہٹہ فوج جمع تھی۔ ابراہیم خان نے اپنی توپوں سے آگے بڑھنے کا راستہ رُوک لیا اور تمام مرہٹہ فوج نے بندگانعالی کی فوج کو گھیر لیا۔ لیکن خود بدولت اپنی فوج کے ساتھ کمال جسارت سے زدو بُرد کرتے ہوئے ایک مقام پر جہاں آب و دانہ کافی میسر آسکتا تھا پہنچ گئے اور اب بھی ارادہ یہی تھا کہ قلعہ دھارُور پہنچ جائیں اور وہاں سے پونہ کا ارادہ کریں آخر ۱۵[1]۔ جمادی الثانی کو وہاں سے نکل کر پرگنہ آنیہ جوگائی کے موضع ٹانڈو یچہ کو پہنچے۔ یہاں بسنت رائے پیشکار کا باربرداری کا ایک اونٹ گر گیا اس کے ساتھ ہی فوج چنداول کے سردار محمد معین خاں شوکت جنگ اپنی فوج لیکر رک گئے کہ گرا ہوا سامان اٹھالیں اور اونٹ پر پھر لدوا کر بڑھیں۔ اس عرصہ میں قلب فوج آگے نکل گئی۔ مرہٹہ فوج نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس چنداول فوج کو گھیر لیا اور ایک ایک کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ شوکت جنگ شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ بسنت رائے بھی کام آئے اور دوسرے سردار اور فوج کے بہت سارے سپاہی قتل ہو گئے مرہٹوں کے بھی تقریباً ایک ہزار سپاہی مارے گئے فوج چنداول سے فارغ ہو کر مرہٹے قلب فوج کی طرف متوجہ ہوئے جو اپنی چنداول کی مدد کے لئے اپنا رُخ پھیر چکی تھی۔ اِسی قلب فوج میں نظام علیخاں بھی تھے وہ تیروں سے بہ نفس نفیس مدافعت میں حصہ لینے لگے یہاں تک کہ ان کے خاصے کے ہاتھی اور مرہٹہ فوج کے درمیان بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا اِسی دوران میں منجانب اللہ اتفاق یہ پیش آیا کہ ہمراہی کے بنجاروں کے

---

[1] صاحب توزک آصفیہ نے اس واقعہ کی تاریخ ۱۵۔ جمادی الثانی ۱۱۷۳ھ بتائی ہے اور صاحب تاریخ ظفرہ ۱۶۔ جمادی الاول ۱۱۷۳ہجری اور پیشوا کے دفتر کے کاغذات کی رُو سے اس کی تاریخ ۳ر فبروری ۱۷۶۰ء ثابت ہوتی ہے جو صاحب توزک آصفیہ کی تاریخ سے بالکل مطابقت رکھتی ہے اسی لئے ہم نے اس مورخ کے قول کو ترجیح دی ہے ۱۲

ہزارہا بیل حائل آگئے اور دست بدست جنگ کی نوبت نہ آئی دُور دُور ہی سے مقابلہ ہوتا رہا آخر شام کے قریب جنگ رُکی اور مرہٹے سرکار عالی کی فوج کو محاصرہ کئے ہوئے ٹھیر گئے بندگانعالی صبح کو ابھی لاشوں کے اٹھانے اور دفن کرنے اور زخمیوں کے مرہم پٹی علاج معالجے کے احکام دینے میں مصروف تھے کہ مرہٹہ فوج پھر نمودار ہوئی اس موقع پر صلابت جنگ جنگ سے بیدل ہو چکے تھے کہ ان کی فوج کا ایک معتدبہ حصہ کام آگیا تھا اس لئے انھوں نے صلح کر لینے پر آمادگی ظاہر کی لیکن نظام علیخاں کا خیال تھا کہ صلح نہ کیجائے کہ شرائط فریق مقابل کے مَن مانے قبول کرنے پڑینگے اور چاہتے یہ تھے کہ کسی طرح دھارور پہنچکر وہاں کی تازہ دم فوج سے ملحق ہو جائیں اور پھر مرہٹوں سے اچھی طرح مقابلہ کریں لیکن یہ رائے صلابت جنگ کے ذہن نشین نہوی انھوں نے یہی خیال کیا کہ کل اتنی فوج کٹ گئی اور آج خدا جانے کتنی اور کٹ جائیگی اور ممکن ہے کہ اس موقع پر بعض امراء نے صلابت جنگ کے خیال کی تائید یا صلح کے لئے اُن سے تحریک بھی کی ہو جیسا کہ صاحب توزکِ آصفیہ[1] کا بیان ہے یا یہ کہ خود صلابت جنگ اس خیال سے اس کو مناسب سمجھتے ہوں کہ اب معاملات ریاست میں نظام علیخاں کے غلبہ پا جانے کی وجہ سے ان کو ریاست سے مایُوسی ہو گئی تھی اور قبل اس کے کہ زمام سلطنت علانیہ طور پر نظام علیخاں اپنے ہاتھ میں لے لیں وہ یہ چاہتے ہوں کہ ایک طرف تو مرہٹوں سے صلح کر کے اپنی آئندہ صلاح و فلاح کی خاطر ان کے دل میں جائے پیدا کریں اور دوسرے طرف صلح کے بہانے میں ریاست کا ایک معقول حصہ ممالک محروسہ سے منتزع کر کے نظام علیخاں کی آئندہ حکومت کے لئے ایک محدود و مختصر خطہ چھوڑ دیں۔ بہر حال خیال جو کچھ بھی ہو۔ صلابت جنگ نے بلا لحاظ رائے بندگانعالی حیدر یار خاں شیر جنگ کو متصدیوں کے ساتھ

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۱۲۔

صلح کی غرض سے مرہٹوں کے لشکر میں بھیجا جس پر انھوں نے حسب دلخواہ شرائط پیش کئے جن کی رو سے
قلعۂ آسیر و قلعہ دولت آباد و برہان پور و خاندیس مع محاملات محاصلی ساٹھ لاکھ روپے علاقہ سرکار عالی
سے خارج ہو گئے اِس صلح کی نسبت مورخین میں اختلاف ہے چنانچہ صاحب مآثر آصفی[1] کہتا ہے کہ
یہ صلح راجہ پرتاب ونت کے ذریعہ طے پائی صاحب توزک آصفیہ[2] کہتا ہے کہ اس صلح کی تکمیل سہراب جنگ اور
راجہ پرتاب ونت کے ذریعہ ہوی ۔ صاحب حدیقۃ العالم[3] توزک آصفیہ کا ہمزبان ہے اگر ہم اس امر کو
تسلیم کرلیں کہ یہ صلح نظام علیخاں کے نشاء کے خلاف ہوی ہے تو مآثر آصفی اور توزک آصفیہ کا قول ماننے
کے قابل نہیں معلوم ہوتا اس واسطے کہ سہراب جنگ اور راجہ پرتاب ونت نظام علیخاں کے ہواخواہوں
میں تھے اور ان کے خلاف مرضی ذرا سا کام بھی نہیں کرتے تھے۔ ایسی صورت میں ممکن نہیں ہے کہ وہ
نظام علیخاں کے منشاء کے خلاف صلابت جنگ کے منشاء پر کاربند ہوے ہوں اگر ہم مآثر آصفی کے
قول کو تسلیم کرلیں تو ہم اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ نظام علیخاں اس صلح سے متفق نہیں تھے۔ ممکن ہے
کہ نظام علیخاں نے مصلحتہً اس صلح سے بظاہر انحراف کیا ہو اور باطناً بہ اعتبار ضرورت اس پر متفق
ہوں اور تکمیل شرائط صلح کے لئے صلابت جنگ کی صوابدید سے شیر جنگ مامور ہوے ہوں ۔ اور
صاحب تاریخ ظفرہ[4] کے بیان سے تقریباً یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"نواب صلابت جنگ از ملاحظۂ حال فوج چنداولی اندیشیدہ برخلاف رائے بندگان
حضرت کہ اصلا راغب بہ صلح نبود خود بخود حرف صلح بمیان آوردہ نیر الملک حیدر یار خان بہادر
شیر جنگ دیوان دکن را مع متصدیان در لشکر مقہور فرستادہ خاطر خواہ آنہا اسناد قلعۂ آسیر

---

[1] مآثر آصفی ورق ۷۰ [2] توزک آصفیہ صفحہ ۱۱۲ [3] حدیقۃ العالم مقالۂ ثانی صفحہ ۲۵۰ [4] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۴۰

"قلعۂ دولت آباد و برہان پور مع محالات شصت لک روپیہ درست کردہ دادہ معاودت فرمودند۔"

بہر حال اس صلح کی رو سے جو حصۂ ملک کہ ممالک محروسۂ سرکار عالی سے خارج ہو گیا اس کے حاصل کرنے کی مرہٹہ سرداروں کو ایک عرصہ سے تمنا تھی۔ یہ صلح جس وقت ہوی ہے اس وقت مرہٹوں کو شمالی ہند میں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے بڑا خطرہ تھا اور جملہ مرہٹہ قوت کا وہاں مجتمع ہونا لازم تھا۔ اگر اس موقع پر صلابت جنگ کچھ ہی تحمل و سکوت یا تساہل و تکاسل سے کام لیتے تو یقین تھا کہ مرہٹے خود اپنے آپ درخواست صلح پیش کرتے اور اس نوبت پر ان کو حسب دلخواہ شرائط کے منظور کرنے پر مجبور کر سکتے تھے۔ اس صلح کے بعد ہی بھاؤ راؤ اور وسواس راؤ کی سرکردگی میں مرہٹہ فوج شمال کی طرف روانہ ہوئی۔

نظام علی خاں کی علحدگی خدمت وکالت سے اور صلابت جنگ سے شکر رنجی۔

اس جنگ کے بعد نظام علی خاں کو سرکاران شمالی کے انتظام کے لئے جانا تھا کہ وہاں کے زمیندار ریاست آصفیہ سے کنارہ کش ہو کر انگریزی کمپنی کی حمایت میں آگئے تھے اور انگریزی عہدہ دار یہ باور کرتے تھے کہ وہ اس خطۂ ملک پر بذریعۂ معاہدہ قابض ہیں اور اس قبضہ کی بابت ریاست آصفیہ کی کوئی بالادستی اُن پر نہیں ہے۔ اُن زمینداروں اور انگریزی عہدہ داروں کی اصلاح کے لئے وہ اُدھر روانہ ہوے اور صلابت جنگ حیدر آباد آگئے جہاں انھوں نے مبارز خاں شہید کے بیٹے حامد اللہ خاں مبارز الملک کو وکالت مطلق کی خدمت سے سرفراز کیا وہ خود ملکی و مالی امور سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تھے اس لئے در اصل راجہ رتن چند عرف کالکا داس اور حیدر یار خاں شیر جنگ ہی ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ نظام علی خاں راجمندری پہنچے تھے اور ابھی وہاں

حسب دلخواہ انتظامات ہونے نہیں پائے تھے کہ ان کو یہ اطلاع ملی کہ وکالت مطلق کی خدمت جسے وہ خود
ابتک انجام دیرہے تھے مبارزالملک کے سپرد کردی گئی اس سے متاثر ہوکر وہ وہیں سے حیدرآباد
واپس ہوے یہاں آکر گوشہ محل کے میدان میں فروکش ہوے صلابت جنگ کی تلون مزاجی سے برگشتہ خاطر
ہوکر اُن سے یہ کہا کہ " اراکین دولت آپ کے اور میرے مابین مخالفت کی بناء ڈالنا چاہتے ہیں میں چاہتا
ہوں کہ اِن گندم نما جو فروشوں کی تادیب کرکے انتظام ریاست کو درست کروں لیکن آپ کی سہل انگاری
سے یہ ممکن نہ ہوا اور میں نے خود آپ کے پاس خاطر سے اس میں تامل کیا یہ مہر نیابت جو چندے میرے
پاس امانت تھی میں اس کو واپس کردیتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے صلابت جنگ نے
آئیں بائیں شائیں کرکے ٹال دیا رتن چند کو البتہ علٰحدہ کرکے نظربند کردیا اور نظام علیخاں کو موسم باراں
ایلگندل میں گزارنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اِسی اثناء میں انھوں نے بسالت جنگ کو ادھونی
سے طلب کیا وہ بلدہ آئے اور انتظام ریاست میں دخیل ہوے اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے
اپنے سب سے چھوٹے بھائی مغل علیخاں ناصرالملک کو ناندیڑ کی صوبہ داری سے ممتاز فرمایا موسم باراں کے
ختم ہونے پر یہ خبر ملی کہ بالاجی راؤ کے بھائی رگھناتھ راؤ نے علاقہ سرکار عالی میں لوٹ مار مچادی ہے
اور علاقۂ میدک تک درآیا ہے اس کے مقابلے کے لئے حیدرآباد سے صلابت جنگ اور بسالت جنگ
نکلے اور ادھر سے نظام علیخاں متوجہ ہوے ناصرالملک نے اپنے علاقۂ ناندیڑ کو جاتے ہوے نواح میدک
میں نظام علیخاں سے ملاقات کی اور ان کے ایماء سے وہ بھی اس مہم میں شریک ہوے اور جس روز
لڑائی ہونے والی تھی اسی شب رگھناتھ راؤ کو یہ اطلاع ملی کہ مرہٹوں کو ہندوستان میں شکست فاحش
ہوی اور تقریباً ساری مرہٹہ فوج جنگ میں کام آگئی اس اطلاع پر اُس نے صلح کی درخواست کی۔

بندگانعالی نے اس بنا پر درخواست قبول کی کہ بھائیوں میں اس موقع پر سوء فہمی ہوگئی تھی جن کا باہمی تصفیہ جنگ سے پہلے ضروری تھا صلح کے شرائط معلوم نہیں ہو سکے۔ اس مہم سے ابھی پوری طرح فراغت نہیں ہوئی تھی کہ مخبرین نے یہ خبر دی کہ بیدر کے قلعدار مقتدا خان نے بغاوت کر دی ہے اس لئے بندگانعالی اس کی تنبیہ کے لئے متوجہ ہوئے قلعہ کا محاصرہ کیا تھوڑے ہی عرصہ میں وہ گرفتار کرلیا گیا قلعہ پر قبضہ حاصل کر کے بندگانعالی نے سیادت خاں کو خدمت قلعداری پر مامور کیا اور بلدۂ حیدرآباد آکر گوشہ محل کے میدان میں قیام فرمایا اور صلابت جنگ حیدرآباد کی نظامت پر بہادر دل خاں کو مقرر کر کے جنوب میں اناگندی کو روانہ ہوئے ناظم مذکور نے بندگانعالی کی قدمبوسی حاصل کر کے نذر گزرانی نظام علیخاں تمام ماہ صیام یہیں مقیم رہے اور نماز عید کے لئے بلدے میں سے ہو کر عیدگاہ کو روانہ ہوئے بعد ادائے نماز عیدگاہ کے میدان میں خیمہ زن ہوئے اب یہ اطلاع ملی کہ صلابت جنگ گلبرگہ کی سمت روانہ ہو رہے ہیں باہمی مفاہمت و تصفیہ قلب کے لئے نظام علیخاں نے مناسب یہ خیال کیا کہ گلبرگہ ہی میں صلابت جنگ سے ملاقات کریں اور ادھر روانہ ہوئے وہاں پہنچکر صلابت جنگ سے ملاقات کی اس کے بعد ہی بسالت جنگ ادھونی چلے گئے اور شیر جنگ مستعفی ہو کر پونہ کو نکل گئے۔ اس کے بعد باقاعدہ طور پر صلابت جنگ اور نظام علیخاں کے مابین حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں عہد و پیمان ہوئے کہ صلابت جنگ اُن کے خلاف منشاء کوئی کام نکریں گے اور نہ نظام علیخاں ان کی صلاح دولت کے خلاف کچھ کریں گے اس کے بعد یہ طے پایا کہ اگلا موسم باراں بیدر میں گزاریں اور گلبرگہ سے نکل کر راستہ میں سیر و شکار کرتے ہوئے بیدر پہنچے۔ شیر جنگ کے پونہ چلے جانے کی وجہ سے خدمت دیوانی تقرر طلب تھی یہاں

اس خدمت پر شاہنواز خاں کے بیٹے صمصام الملک عبدالحی خاں کو مامور کیا۔

اس اثنا میں بالاجی راؤ پیشوا کا انتقال (۱۹۔ ذیقعدہ ۱۱۷۴ھ م ۲۳۔ مئی ۱۷۶۱ء روز شنبہ) ہوگیا اور ان کی جگہ ان کا کمسن لڑکا مادھو راؤ گدی پر بیٹھا اس کا چچا رگھناتھ راؤ اس کا ولی مقرر ہوا اس نے سامان جنگ تیار کرکے ریاست آصفیہ پر حملہ کا قصد کیا جس کی اطلاع پر بندگانعالی بھی نیا ہوے آگے بڑھے اور قلعۂ دھارور پہنچے یہاں یہ پرچہ لگا کہ اُس نے اورنگ آباد کا محاصرہ کرلیا اور اس کی فوج نے اطراف میں حسب عادت لوٹ مار مچادی ہے وہاں کے صوبہ دار درگاہ قلیخاں مؤتمن الملک نے شہر کی خاطر خواہ حفاظت کی ہے نظام علیخاں دھارور سے آگے بڑھے اور رگھناتھ راؤ شہر کے محاصرہ کو چھوڑکر ان کی طرف پلٹا جب نظام علیخاں کی فوج آگے بڑھنے لگی تو وہ پھر اورنگ آباد سے قریب ہونے لگا تاکہ قلعۂ دولت آباد میں پناہ گزیں ہوکر خوب مقابلہ کرے بندگانعالی اس کے پیچھے ہی اورنگ آباد پہنچ گئے اور سامان رسد فراہم کیا قلعۂ دولت آباد کا انتظام بھی کیا اور زاید از ضرورت سامان شہر میں چھوڑکر ۲۳۔ ربیع الاول کو وہاں سے واپس ہوے اور روزانہ لڑتے بھڑتے برابر قصبہ ٹوکہ تک چلے گئے اور وہاں سے احمد نگر کی سمت اختیار کی کہ وہ مرہٹوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا چمار کنڈ پہنچنے پر معرکۂ کارزار نہایت گرم ہوا۔ مرہٹوں کا توپ خانہ ایک پشتہ پر سے آتشبازی کرنے لگا اس پر نظام علیخاں نے راجہ پرتاب ونت اور سیف الدولہ کو اُدھر مقابلہ کا حکم کیا اور دوسری طرف جانوجی نمبالکر کو حملہ کے لئے کہا دو طرف سے حملہ ہونے لگا۔ دو پہر رات تک میدان جنگ میں کشت وخون ہوتا رہا آخر مرہٹوں نے تاب مقاومت نہ لاکر راہِ فرار اختیار کی اس کے بعد بندگانعالی کی فوج احمد نگر کے قریب پہنچی تو یہاں رگھناتھ راؤ نے خود اپنی فوج کو جمع کرکے جانب چپ کہ اودھر راجہ

ونایک داس اپنے رسالہ کے ساتھ قایم تھے آگرا اگر عین وقت پر سلطانجی نمبالکر اور مراد خان اس کی مدد پر نہ پہنچتے تو ممکن تھا کہ اس کے قدم اکھڑ جاتے اسی طرح زد و برد کرتے ہوئے جب بندگانعالی کی فوج تواح ترک آباد میں پہنچی تو یہاں مرہٹوں نے بڑا ہی جان توڑ مقابلہ کیا بندگانعالی صلابت جنگ کو ایک محفوظ مقام پر چھوڑ کر خود آگے بڑھے اور مرہٹوں کو بھگاتے ہوئے ان کے تعاقب میں پانچ کوس تک آگے نکل گئے اور آدھی رات کے قریب اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے صبح میں پھر ان کے تعاقب میں آگے بڑھے اور گھوڑندی پر مقام کیا اس کے دوسرے کنارے سے مرہٹہ فوج نے گولندازی شروع کی اس کے عبور کے وقت بھی مرہٹون نے متفقہ طور پر بڑی مزاحمت کی لیکن ان کو کامیابی نہ ہوئی اسی طرح بڑھتے بڑھتے جب پونہ کے قریب پہنچ گئے تو راجہ چندر سین کے بیٹے رامچندر کے اغوا سے ناصر الملک مغل علی خاں ۲۷۔ جمادی الاول کو اپنی ہمراہی فوج کے ساتھ رات میں نکل کر مرہٹوں سے جا ملے۔ یہ اطلاع پاکر صلابت جنگ بھی اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ نظام علیخاں کا ساتھ چھوڑ کر تن تنہا پیشوا سے مل جائیں۔ صبح کو بندگانعالی نے تمام فوج کے سرداروں کو جمع کر کے فرمایا کہ

"اس دنیائے دوروزہ میں آدمی کو برا نام صفحۂ روزگار پر چھوڑنا انسانیت و مردانگی سے بعید ہے جو شخص کہ زندگی سے سیر ہوا اور جوہر جوانمردی سے آراستہ ہو حق رفاقت ادا کرے ورنہ باذن رخصت حاضر ہے جدھر جی چاہے چلا جائے۔

کوئی امر مانع و مزاحم نہیں ہے"۔

جانوجی اور سلطان جی نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ

"ہم نے ابتداء ریاست سے آج کے دن تک جاں نثاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا ہے اور لوازم اطاعت و عقیدت سے سرتابی نہیں کی ہے۔ رامچندر نے
اپنے بزرگوں کے نام پر کلنک لگایا ہے ہم سرمو اطاعت سے گردن نہ موڑینگے۔"

اس عہد و پیمان کے بعد دوسرے روز خود بدولت شریک معرکہ ہوے جس سے لشکر میں تازہ روح پیدا ہوگئی اس سے متوحش ہوکر رگھناتھ راؤ نے یہ خیال کیا کہ کہیں ایسا نہو کہ بندگانعالی کو غلبہ ہو اور پونہ جو وہاں سے دس ہی کوس پر تھا تباہ و تاراج ہوجائے۔ اسی بناء پر اس نے صلح کی درخواست کی۔ جانوجی اور سلطان جی ہی کے ذریعہ شرائط صلح طے ہوے اور ستائیس لاکھ روپے صوبہ خجستہ بنیاد اور صوبہ بیدر سے بندگانعالی کی نذر کئے اور اسی پر صلح ہوئی صاحب توزک آصفیہ تعجب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صلح عین اسی تاریخ طے پائی ہے جس تاریخ کہ گذشتہ سال احمد شاہ ابدالی کو پانی پت میں فتح ہوی تھی۔ اس صلح کے بعد بندگانعالی رامچندر کے تعلقہ پنج محال کی طرف روانہ ہوے کہ مغل علیخاں کو اغوا کرنے اور عین جنگ میں مرہٹوں کے طرف منتقل ہونے سے اس کو تدارک و تنبیہ کرنے کی ضرورت تھی لیکن اس کے متعلق کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی کہ وہاں کیا واقعات پیش آئے بہرحال عرصۂ قلیل میں وہاں سے فارغ ہوے اور بیدر کو مراجعت عمل میں آئی۔ یوں تو اس سے پیشتر بھی بندگانعالی کو صلابت جنگ کی تلون اور سوء مزاجی کے تجربے بہت ہوے تھے لیکن اس جنگ میں تو بہت زیادہ تلخ تجربے ہوے اور ہمیشہ اس امر سے نظام علی خاں کو خبردار رہنا پڑا کہ کہیں صلابت جنگ مرہٹوں سے نہ مل جائیں یا یہ کہ کہیں وہ اپنے منصوبوں کو توڑنے کے لئے کوئی سہل انگاری نہ کریں اس موقع پر اور اس سے پہلے بھی صلابت جنگ کے ایسے بہت سے خطوط دستیاب ہوے تھے جن میں کوئی نہ کوئی کارروائی نظام علیخاں کے خلاف پائی جاتی تھی اب درگذر کی کوئی حد اور خبرداری کی انتہا نہیں

دربار نواب نظام علی خان بہادر آصفجاہ ثانی
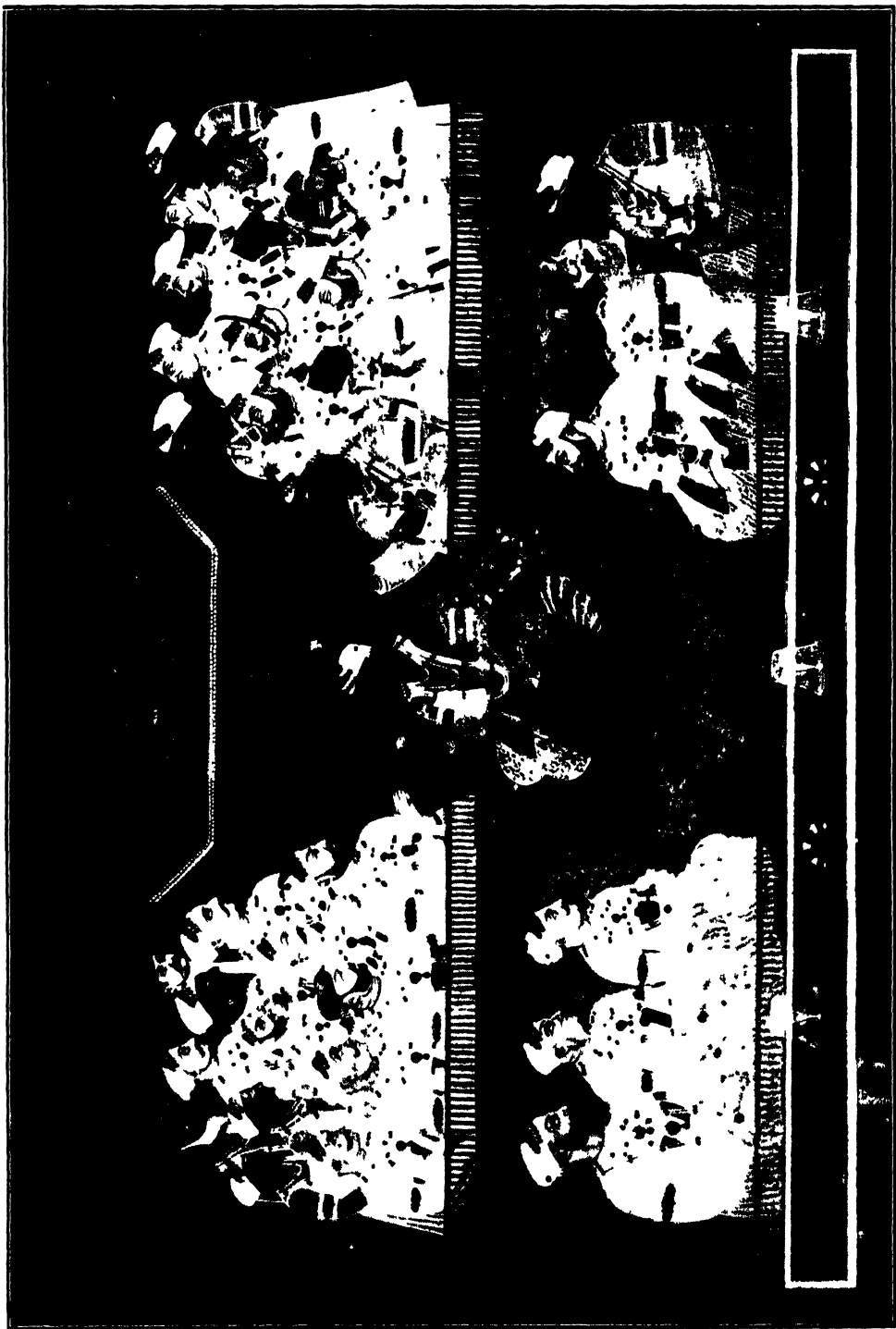
رہی تھی اسی اختلاف اور سوءِ مزاجی سے ملک میں تقریباً ہر طرف فتنہ و فساد کے آثار پیدا ہو رہے تھے اور عامۂ رعایا نئے نئے ہنگاموں اور خطروں میں گرفتار تھی۔ اس بناء پر انھوں (نظام علی) نے ایک روز دربار منعقد کیا اور امراء سے مشورہ کیا کہ

"میں تو قیام امن اور رفع پریشانی کی کوشش کر رہا ہوں اور برادر نامہربان میرے خلاف سلوک کر رہے ہیں ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے کہ عوام کی پریشانی رفع ہو۔"

اس پر سبھوں نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ

"در نوبت خانۂ دنیا ہر کس نوبت بنوبت کوس مرادمی زند تا یوم ینفخ فی الصّور تفسیرا یالت و کامگاری ہر یک مرتبہ بمرتبہ می دہد۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بہر حال صلاح دولت آصفیہ کا مقتضا یہ ہے کہ صلابت جنگ کاروبار ریاست سے چندے کنارہ کش ہی رہیں اور جب معاملات ریاست سلجھ جائیں تو پھر حکومت پر متمکن ہوں۔"

اِسی مشورے کی بناء پر قلعۂ بیدر میں ۱۴۔ ذی حجہ ۱۱۷۵ھ م ۷۔ جولائی ۱۷۶۲ء کو انھیں معزول کر دیا اور امور سلطنت کا بار نظام علیخاں نے اپنی ذات پر لیا۔

انزوائے صلابت جنگ اور نظام علیخاں پر ریاست کے منتقل ہونے کے مسئلہ میں بعض مورخین میں جو اختلاف ہے اس کا اظہار صاحب "آصف جاہ ثانی" نے معقول طریقہ سے کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

"حدیقۃ العالم[1] مقالہ ثانی صفحہ ۲۶۶ میں میر عالم نے حسب ذیل عبارت لکھی ہے:۔

بعد استقرار صلح معاودت بہ بیدر مودہ در ہمیں سال صوبہ داری دکن از پیشگاہ خلافت بنام او عز صدور یافت بنا برآں برادر را منزوی ساختہ خود رتق و فتق مہمات ریاست گردید"

یہ عبارت بجنسہ ماثرالامرا جلد سوم صفحہ ۱۷۰ پر موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ ماثرالامرا کے مولف صمصام الدولہ سے میر عالم نے یہ عبارت نقل کی ہے اور اپنی اس تحریر کے ثبوت میں صاحب خزانہ عامرہ کا حوالہ دیا ہے ..... تعجب ہے کہ وہی میر عالم اپنی کتاب حدیقۃ العالم مقالہ ثانی کے صفحہ ۲۶۵ پر لکھتے ہیں:۔

"آغاز موسم برشکال چہاردہم ذی الحجہ سنہ خمس وسبعین وماتہ والف بہ اراد چھاؤنی با امیر الممالک داخل قلعہ بیدر شد وہماں روز امیر الممالک را کہ بگفتہ مغویان مصدر حرکاتے کہ موجب اختلال در امر ریاست باشد می گردید وازیں جہت از ہر سو در ہر وقت آتش فتنہ بلند می شد و نواب آصفجاہ در اطفائے آں می کوشید بصوابدید ارکان دولت کہ چندے آصف الدولہ را در گوشہ انزوا ہم جلیس راحت ساختن مناسب وقت ست در قلعہ مذکور منزوی گردانید .... "

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ ماثرالامرا کے مصنف صمصام الدولہ شہید ہو چکے تھے اس تصنیف میں واقعات مابعد کی تکمیل (۱۱۸۲ھ میں) ان کے بیٹے نے کی ہے اس زمانہ کے صحیح صحیح واقعات ماثرالامرا، خزانہ عامرہ، ماثر آصفی اور تاریخ ظفرہ ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں کہ واقعہ

---

[1] آصف جاہ ثانی صفحہ ۲ ۵ حاشیہ۔

قریب ترین عرصہ میں مرتب ہوئی ہیں اور اُن کے مرتب و مؤلف تقریباً ان واقعات میں شریک بھی رہے ہیں۔ اس زمانے کی جنگ میں اگرچہ شاہ تجلی علیؒ صاحب توزک آصفیہ بھی اپنے ماموں کے ہمراہ شریک جنگ تھے لیکن وہ ان کی کم سنی کا زمانہ تھا اور اس کے علاوہ وہ کوئی ممتاز لوگوں میں بھی نہیں تھے اس لئے ہم نہ توزک آصفیہ کو مورخین مسبُوق الذکر پر ترجیح دے سکتے ہیں اور نہ صاحب حدیقتہ العالم کو جو اکثر صاحب توزک آصفیہ کا خوشہ چیں ہے مآثر الامرا اور خزانۂ عامرہ اس امر میں متفق اللفظ ہیں کہ فرمان شاہی کی بناء پر نظام علیخاں نے مہام ریاست اپنے ہاتھ میں لئے اور تاریخ ظفرہ کا بیان یہ ہے کہ:۔

”بندگان[1] حضرت از تلون مزاجی صلابت جنگ بہ تنگ آمدہ لاچار نظر بند کردہ در قلعۂ محمدآباد گذاشتند و جمیع کارخانجات و عملہ و فعلہ دکن را بخود متعلق فرمودہ انتظام بخش مہمات شدند۔“

لیکن ہم اس کو مختلف البیانی نہیں تصور کر سکتے اس واسطے کہ صلابت جنگ کے انزوا کے بعد نظام علیخاں کا مہام ریاست پر متصرف ہونا تینوں مورخین کو تسلیم ہے فرق صرف یہ ہے کہ مورخ موخر الذکر نے فرمان شاہی کا ذکر نہیں کیا ہے جس کی وجہ وہی ہو سکتی ہے جو صاحب ”آصف جاہ ثانی“ نے بتائی ہے یعنے یہ کہ اس زمانہ میں فرمان کی اہمیت محض رسمی رہ گئی تھی، مورخین کے اس اختلاف یا فرو گذاشت کے مطالعہ اور بعض دستاویزات کے معائنہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نظام علیخاں بیدر پہنچتے ہی صلابت جنگ کو نظر بند کر کے مسند ریاست پر آپ متمکن ہوئے اور دربار شاہی میں اُن واقعات کا اظہار حسب رسم مقررہ و عادات متمرہ کیا

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۴۔

جس کی بناء پر شہنشاہ سلطنت مغلیہ نے محض رسمی طور پر اپنے فرمان کے ذریعہ ان کے عمل کی توثیق کردی ہمارے اس خیال کی تائید خزانۂ عامرہ کے اس بیان سے ہوتی ہے ۔

"نواب آصف جاہ ثانی بعد از آں کہ قلعۂ بیدر را دائرۂ مرکزِ نزول خود ساخت فرمان شاہِ عالم عالی گہر را کہ بنام او مشتمل بر تفویض صوبہ داری دکن از تغیر امیر الممالک صادر شدہ بود استقبال نمودہ بدست تعظیم گرفت و مسند ریاست را بالاستقلال آرائش تازہ داد ......"۔
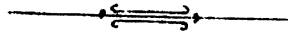
تبصرہ

نظام علی خاں آصف جاہ اول کے چوتھے صاحبزادے تھے ان لوگوں کے نزدیک جو مغفرت مآب
کے انتقال کے وقت موجود ہوں گے ان کا اپنے والد کے تخت سلطنت پر متمکن ہونا بعید از قیاس ضرور
ہوگا کہ اُن سے بڑے ان کے تین صاحبزادے اور تھے جن کو ان کے مقابلہ میں حق کلانیت حاصل تھا لیکن چونکہ
یہ امر مقدر تھا کہ نظام علیخاں ریاست دکن پر متمکن ہوکر رہیں اس لئے آصف جاہ اول کے انتقال کے بعد سے اسباب ایسے پیدا
ہوتے گئے کہ چودہ پندرہ سال کے اندر سلطنت اُن تک پہنچ گئی۔ ان اسباب میں سے سب سے پہلا سبب ہے
مظفر جنگ کا اپنے ماموں ناصر جنگ سے منحرف ہونا۔ وہ اگر ناصر جنگ کے مخالف نہ ہوتے تو نہ فرانسیسیوں کو
اپنے موافق کرنے کی کوشش کرتے اور نہ فرانسیسیوں کو دکن کی اس ریاست کے ساتھ دلچسپی ہوتی۔ یہی فرانسیسی
ناصر جنگ کی شہادت اور ان کی جگہ مظفر جنگ کو تخت نشین کرنے کے بانی ہوے۔ دوسرا سبب ہے صلابت جنگ
کا تخت نشین ہونے کے بعد غلط طور پر یہ تصور کرنا کہ سلطنت ان کو فرانسیسیوں کی وجہ سے ملی۔ اگر ان کے
ذہن میں یہ تخیل پیدا ہوتا تو وہ اپنے عہد حکومت میں فرانسیسیوں کی طرفداری پر جمے نہ رہتے اسی طرفداری
کی وجہ سے امرائے دولت اُن سے بددل ہوتے گئے۔ یہی عام بددلی تھی جو دراصل نظام علیخاں کی
آئندہ ترقی کا باعث ہوی۔ صلابت جنگ سے امرا کی بددلی کا حال اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً جب
ان کو یہ اطلاع ملی کہ غازی الدین خان فیروز جنگ ریاست دکن پر قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے بڑی
فوج کے ساتھ آرہے ہیں تو تقریباً کل بڑے بڑے امیر صلابت جنگ سے علحدہ ہوگئے اور بعض تو خود

فیروز جنگ سے جاملے ۔ صرف فرانسیسی صلابت جنگ کے طرفدار رہے اور انھیں کے بل پر وہ اپنے بھائی غازی الدین خان فیروز جنگ سے مل لینے سے باز رہے ورنہ اُن جیسے نرم طبیعت اور موم دل شخص سے یہ ممکن نہ تھا کہ بڑے بھائی سے نہ ملتے ۔ غازی الدین خاں کے انتقال کے بعد جب امرائے دولت اپنی اپنی سابقہ خدمات و مقامات پر لوٹ گئے تو ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ بونسی پر صلابت جنگ کے عنایات سابق سے زیادہ ہو گئے ہیں ۔ صلابت جنگ کو ہموار کرکے فرانسیسیوں نے جب ریاست میں اپنا خاص اثر قایم کر لیا تو ملک کی ذی اثر ہستیوں کو جن میں سید لشکر خاں رکن الدولہ ۔ شاہنواز خاں صمصام الدولہ ۔ غلام علی آزاد بلگرامی جیسے قابل افراد بھی تھے یہ کبھی گوارا نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک اجنبی سات دریا پار کی قوم اُن کے محسن و مربی مغفرت مآب کے ایک صاحبزادے کو شہید کرکے ایک اور صاحبزادے کو اپنے اشاروں پر چلائے اس وجہ سے سید لشکر خاں رکن الدولہ نے اپنے زمانۂ مدارالمہامی میں ان فرانسیسیوں کے خلاف کارروائی کی ۔ لیکن ان کو کامیابی نہیں ہوی ۔ پانسہ انھیں کے خلاف پڑا اور وہ خدمت سے سبکدوش کر دئے گئے ان کی جگہ انھیں کے ہم خیال شاہنواز خاں مدارالمہام مقرر ہوے ۔ یہ بہت دُور اندیش اور بڑے صاحب تدبیر تھے انھوں نے مدارالمہام ہوتے ہی فرانسیسیوں کے خلاف کارروائی آغاز کی ۔ لیکن ان کی چال گہری تھی اپنے منصوبہ کو صورت عمل میں لانے سے قبل انھوں نے ساری فضا کو اپنے موافق کر لیا ۔ چنانچہ انھوں نے پیشوا کو اپنا بنا لیا ۔ نظام علیخاں اور بسالت جنگ کو ایک ایک صوبہ پر مامور کرادیا اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ یہ دونوں بھائی صاحبِ حکومت ہو کر ان میں سے ہر ایک صلابت جنگ کا مدمقابل بن جائے ۔ اس حکمت عملی کے بعد شاہنواز خاں نے صلابت جنگ ہی کے دستخط سے فرانسیسی فوج کی برطرفی کے

احکام جاری کرادئے اگر فرانسیسی مداخلت یہیں ختم ہو جاتی تو ممکن تھا کہ نظام علیخاں کے موافق آئندہ کوئی صورت نہ نکلتی لیکن اس نوبت پر بوسی کے احکام برطرفی۔ عدم متابعت نظام علیخاں کی ترقی کا تیسرا سبب ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے بعد صلابت جنگ نے بوسی سے صلح کرلی تو اس سے بوسی کے اختیارات و اعزاز پیشتر سے بھی زیادہ وسیع ہو گئے۔ اب شاہنواز خاں کو معلوم ہوا کہ اُن کا عندیہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ صلابت جنگ کے ذہن میں یہ خیال جاگزیں ہے کہ فرانسیسوں کی وجہ سے اُن کو ریاست ملی اور انہیں کی وجہ سے وہ ریاست پر قایم ہیں اور انہیں سے ہر طرح ان کو امن چین مل سکتا ہے۔ اس علم کے بعد شاہنواز خاں نے معاً اپنا منصوبہ بدل دیا اور قرار یہ دیا کہ فرانسیسیوں کے ساتھ صلابت جنگ کی بھی سلطنت سے علیحدگی لازم ہے اور سلطنت کے قابل آصف جاہ اول کے اُن صاحبزادے کو قرار دیا جو مرکز حکومت (اورنگ آباد) سے قریب تر تھے اور وہ نظام علیخاں ہی تھے یہاں تک تو ہم کو یہ معلوم ہوا کہ امراء میں یہ تخیل کہ نظام علیخاں تخت سلطنت پر متمکن ہوں کس طرح اور کب پیدا ہوا۔ اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہی تخیل نظام علیخاں کو کس وقت سے پیدا ہوا اور اس میں کیسے کیسے ترقی ہوی زمانۂ طفولیت میں یا آصف جاہ اول کے انتقال کے وقت اس خیال کے پیدا ہونے کا گمان نہیں کیا جا سکتا اس واسطے کہ اس زمانہ میں یہ خود کمسن تھے اور اُن سے بڑے تین بھائی اور موجود تھے۔ مغفرت مآب کے بعد بھی یہ ناصر جنگ اور ان کے بعد مظفر جنگ کی سرپرستی میں رہے البتہ مظفر جنگ کے شہید ہونے کے بعد ان کی قایم مقامی میں اختلاف آرا جو ہوا۔ اور راجہ رگھناتھ نے اُن کی قایم مقامی تسلیم کرلی اُس وقت سے ممکن ہے کہ ان کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ سلطنت پر وہ بھی جلوہ فگن ہو سکتے ہیں مگر صورت حال موافق مرام نہیں تھی اس لئے صورت عمل میں آنے نہ پایا۔

حتیٰ کہ یہ برار کے صوبہ دار مقرر ہوے اسی علاقہ کے صوبہ داری کی حیثیت سے سال ڈیڑھ سال جو انھوں نے گذارا اس عرصہ میں اُن کا یہ تخیل خفتہ بیدار ہوگیا حتیٰ کہ سندکھیڑ کی جنگ کا آغاز ہوا اور اورنگ آباد میں اُن کی فوجی خدمات کی ضرورت محسوس ہوی اپنے تخیل کی تکمیل میں جو کچھ پیسہ انھوں نے جمع کر رکھا تھا اُس موقع پر تنخواہ افواج میں کام آگیا کہ صلابت جنگ کے پاس خزانہ خالی ہونے کے باعث عرصہ سے تنخواہ اجرا نہیں کی گئی تھی۔ اس تقسیم سے نظام علیخاں کو ایک تو ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی اور دوسرے وکالت مطلق کی اہم ترین خدمت، نظام علیخاں نے جب اپنا جمع کردہ روپیہ اس طرح صرف کر دیا تو ان کے حصولِ ریاست کے ارادے میں تصمیم پیدا ہوی لیکن فرانسیسی عہدہ دار بوسی اور اس کا وکیل حیدر جنگ یہ چاہتے تھے کہ نظام علیخاں کو روپیہ پیسے سے ٹھگ لینے کے بعد ان کو علاقۂ برار سے علحدہ کر دیں تاکہ ان کے وہ اثرات جو اس علاقہ میں اور خود فوج میں پیدا ہوگئے تھے باطل ہوجائیں اور صلابت جنگ کو اپنے ہاتھوں میں کھلانے کے لئے میدان خالی رہے۔ شاہنواز خاں جو نظام علیخاں کے طرفداروں میں تھے قید کر لئے گئے تھے اور قریب تھا کہ نظام علیخاں بھی یا تو نظربند کر لئے جاتے یا کہیں دُور بھیجدئے جاتے اس نوبت پر جس صحت تدبیر سے نظام علیخاں نے کام لیا ہے اس کو کچھ ماہرین فن ریاست و سیاست ہی بہتر جانتے ہیں اور جو کچھ انھوں نے کیا اس موقع پر نہایت دُرست تھا کہ ایک تو وہ جمع کردہ روپیہ ریاست ہی کے اغراض کے تحت صرف کر چکے تھے۔ جس کے بازیافت کا امکان نہیں تھا اور دُوسرے یہ کہ جو قوت کہ اُنھوں نے حاصل کر لی تھی تقریباً ٹوٹ گئی تھی۔ اب اُن کو حیدر جنگ اور بوسی کے دست نگر بننا پڑتا اور وہ شخص جس کے دماغ میں ریاست کے تخیلات پک رہے ہوں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ روپیہ کا روپیہ ہاتھ سے

دیدے۔ اور پھر ان اجانب کا دست نگر بھی بنے ان کے خاص طرفدار شاہنواز خاں قید ہوجانے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہے تھے کہ ان کی مدد کرتے بہرحال اس موقع پر حکمتِ عملی سے حیدر جنگ کو قتل کرنا بالکل صحیح اصول پر مبنی تھا۔ اس واقعہ سے ان کے ذہن میں یہ تخیل مستقل طور پر قایم ہوگیا کہ وہ سلطنت دکن پر قابض و مسلط ہوکر رہیں گے اس کے بعد کے واقعات ان کے موئد ہوتے گئے چنانچہ ان کی تائید میں مغربی ایک اور قوم (انگریز) اٹھ کھڑی ہوگئی جن کی وجہ سے ریاست کی فرانسیسی قوت جنوب کی طرف کھچ گئی اور ریاست کو ان کے لئے چھوڑ گئی۔ صلابت جنگ محض بوسی کی خاطر اپنے ملک کے شمالی حصہ کو چھوڑ کر دکن کی طرف چلے گئے۔ جس سے نظام علیخاں کو اس حصہ میں اپنی حکومت متولی کرنے میں نہایت آسانی ہوگئی۔ بہرحال حصولِ ریاست میں نظام علیخاں نے اپنی جولانی اس وقت سے دکھلانی شروع کی جب سے کہ سندکھیڑ کی جنگ کا آغاز ہوا اور یہی ان کی زندگی کے بہترین ایام تھے جو انھوں نے حصول سلطنت کی کوشش میں گزارے۔ ریاست سے فرانسیسیوں کا عمل دخل اُٹھ جانے کے بعد صلابت جنگ کے پاس ایسے درباری باقی رہ گئے تھے جو اُن کے طرفدار تھے اب انھوں نے یہ خیال کیا کہ نظام علیخاں کی طرف سے صلابت جنگ کو جو کچھ سوء ظنی تھی۔ اس میں اور اضافہ کرکے اُن سے وہی فوائد خود حاصل کریں جو بوسی کو حاصل تھے لیکن اس موقع پر نظام علیخاں ان خودغرضوں کا جو دفع دخل وقتاً فوقتاً کرتے رہے اس سے ان کی ذاتی قابلیتوں کا اظہار ہوتا ہے اگر وہ ایسا نکرتے تو ممکن تھا کہ صلابت جنگ اور نظام علیخاں میں مخالفت زیادہ ہوجاتی اور یا تو سلطنت کے ٹکڑے ہوجاتے یا حصول اقتدار و ریاست کے لئے بڑی لڑائیاں ہوتیں۔ یہ نظام علیخاں ہی کی حسن تدابیر کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے کسی فتنہ و فساد کے بغیر صلابت جنگ پر متولی ہوکر

زمامِ سلطنت کو ہاتھ میں لے لیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ انھوں نے صلابت جنگ کو مقید کر کے گلا گھونٹ دیا یا زہر سے ہلاک کرا دیا۔ لیکن اس کو تسلیم کرنے میں ہم کو عذر ہے اس واسطے کہ اس قسم کا خیال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ اپنے مدمقابل کی طرف سے اطمینان نہ ہو۔ یہاں صورت حال یہ نہیں تھی جب سلطنت ان سے منتزع ہو گئی تو ان کے طرفدار امراء خود آپ یہ چاہنے لگ گئے کہ نظام علیخاں کی خوشنودیٔ خاطر حاصل کریں۔ اس کے بعد بھی نظام علیخاں کو اگر بھائی کے ہلاک کرنے کا خیال پیدا ہوتا تو کیونکر۔ اگر صلابت جنگ کا زہر سے مرنا مسلم ہی ہے تو یہ ممکن ہے کہ انتزاع سلطنت اور انقطاع تعلقات کی وجہ سے صلابت جنگ متاثر ہو کر آپ خود زہر کھا گئے ہوں۔

وَاللّٰہُ عَلَّامُ الْغُیُوبْ